محمد حسین ڈھکو

کی کتاب "تجلیاتِ صداقت" پر

ایک اجمالی نظر

از قلم

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب

سنی اکیڈمی

یا اللہ مدد

حق چار یار

اصلی کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ماتمی مجتہد محمد حسین ڈھکو کی کتاب "تجلیاتِ صداقت" پر

ایک اجمالی نظر

از قلم

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب

تقسیم کار

مکہ کتاب گھر

رحمان پلازہ مچھلی منڈی
اُردو بازار، لاہور۔
Ph: 042-7214882, 0321-4044602

سلسلہ اشاعت نمبر ④

کتاب

تجلیاتِ صداقت پر ایک اجمالی نظر

تالیف

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

ناشر

سُنّی اکیڈمی

جامعہ اہل سنت تعلیم النسا، عقب مدنی جامع مسجد، چکوال

اشاعت

اکتوبر ۲۰۰۸ء

کمپوزنگ

رشید احمد صدیقی

03004742551

فہرست

خلفائے ثلاثہؓ کے بارے میں ماتمی مجتہد کا نظریہ ۱۰
ماتمی مجتہد کا ایک عظیم الشان جھوٹ ۱۲
تفسیر مجمع البیان کی عبارت کا انکار ۱۳
الجواب ۱۴
عقائد و مسائل ۱۵
ایمان بالقرآن کی بحث ۱۵
الجواب ۱۶
دورِ حاضر کے شیعہ مفسرین ۱۹
ماتمی مجتہد کا اپنا اقرار ۲۰
الجواب ۲۱
بحثِ خلافت و امامت ۲۲
آیتِ استخلاف ۲۲
آیتِ تمکین ۲۳
ماتمی مجتہد کی جہالت و خیانت ۲۶
خلاصۂ کلام ۳۲
شیعہ تفاسیر و احادیث ۳۴
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامتِ نماز ۳۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اقتداء ۳۷
ماتمی مجتہد کا احمقانہ چیلنج ۳۸
الجواب ۳۸
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ۳۹
الجواب ۴۰
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پوزیشن ۴۳
ہمارا سوال ۴۵
ماتمی مجتہد کی مزید جہالتیں اور خیانتیں ۴۷
الجواب ۴۷
اسلام عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی مخصوص دعا ۵۲
الجواب ۵۳
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر زندہ انسان
کو جلا دینے کا الزام ۵۵
الجواب ۵۵
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ماتحتی ۵۶
الجواب ۵۶
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غائبانہ بیعت ۵۷
الجواب ۵۸
حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر شک فی النبوۃ
کا بہتان ۵۹

الجواب ——— ۵۹
خدا نے تو معاف کر دیا لیکن ماتمی مجتہد؟ ۔ ۶۰
ترجمہ مقبول ——— ۶۰
الجواب ——— ۶۱
حدیث: ما سبقکم ابوبکر..... وقر فی قلبہ
کے معنی میں ماتمی مجتہد کی جہالت ——— ۶۲
الجواب ——— ۶۳
حدیثِ قرطاس میں لفظ ھجر کی بحث ۔ ۶۵
الجواب ——— ۶۶
ماتمی مجتہد کی "محال" کے مفہوم سے جہالت ۶۸
الجواب ——— ۶۹
آیت استخلاف ——— ۷۰
امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
سے گزارہ الاؤنس لیتے رہے ——— ۷۱
الجواب ——— ۷۲
ماتمی مجتہد کے بعض تضادات (رسم ذوالبناح) ۔ ۷۳
الجواب ——— ۷۳
شیعہ مساجد کی آبادی و غیر آبادی ——— ۷۴
شیعہ مساجد کی دوسری تصویر ——— ۷۴
متعہ کا ثواب ——— ۷۷
الجواب ——— ۷۸
ائمہ نے بھی متعہ کیا ——— ۸۲
الجواب ——— ۸۲
غایۃ الطالبین کے حوالہ میں ماتمی مجتہد کا فریب ۸۲
الجواب ——— ۸۳
سبِّ شیخین کا حکم ——— ۸۵
الجواب ——— ۸۵
اہل السنّت کے نام میں ماتمی مجتہد کی تلبیس ۔ ۸۷
تلبیس ہی تلبیس ——— ۸۸
ماتمی مجتہد کے چیلنج کا جواب ——— ۹۱
الجواب ——— ۹۱
ارشادِ رسالت سے اہلِ سنت کا ثبوت ——— ۹۳
مناجات فارسی ——— ۹۵

حرفِ آغاز

بسم الله حامدا ومصلیاً.

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ (۱۴ جنوری ۱۹۱۴ء/ ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء) فاضل دیوبند، خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے قریباً پون صدی مذہبِ اہلِ السنّت والجماعت کی تبلیغ وتحفظ کے لیے تحریری وتقریری طور پر جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں ہیں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ کے پیشِ نظر کسی مخصوص فرقہ کی فقط تردید کے بجائے اہل سنت کے اجماعی عقائد ونظریات کو دلائل و براہین سے بیان کرنا تھا۔ آپ اس حوالے سے ہر طبقۂ فکر کی طرف سے اٹھنے والے اعتراضات کو نقد و جرح کے میزان میں پرکھتے اور حقیقت واضح کرتے۔ حضرت قاضی صاحب بلاشبہ دورِ حاضر میں بلاخوف لومۃ لائم جرأت وحق گوئی کی بہترین مثال تھے۔

(رحمة الله عليه رحمة واسعة)

سنی اکیڈمی کے قیام کی غرض حضرت موصوف رحمہ اللہ کی جملہ تصانیف و بیانات کو منظرِ عام پر لانا ہے۔ اس سلسلہ کی ''چوتھی کاوش'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ خدا کرے ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں اور اکیڈمی جس کے قیام کا خواب حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں دیکھا تھا اس کی حقیقی تعبیر ثابت ہو۔ حضرت

قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی اس آرزو کو اپنی مایہ ناز تصنیف ''بشارت الدارین'' میں ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

''اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ''سنی اکیڈمی'' قائم کی جائے گی جس کے ذریعہ سنی اہم تصانیف کی اشاعت ہوتی رہے۔'' (ص، ۵۳۷)

والسلام

زاہد حسین رشیدی
جامعہ اہل سنت تعلیم النسآء
عقب مدنی جامع مسجد چکوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے والد صاحب مرحوم رئیس المناظرین ابوالفضل حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب ذبیرؒ کی ردِّ رفض و بدعت میں ایک مشہور تصنیف ''آفتاب ہدایت'' قریباً عرصہ پچاس سال سے شائع ہے۔ جس کا اب تک کسی شیعہ عالم و مجتہد نے جواب نہیں لکھا تھا۔ مگر حال ہی میں اس کا جواب شیعی علامہ مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو نے لکھا ہے (جن کی فلاح الکونین پر تقریظ ہے) اس کتاب کا نام ''تجلیات صداقت'' رکھا ہے جس کو انجمن حیدری چکوال نے شائع کیا ہے۔ ہم کو یہ کتاب ''بشارت الدارین'' مکمل کرنے کے بعد دستیاب ہوئی ہے اور اس پر شیعوں کو بڑا ناز ہے۔ چنانچہ کتاب کے ناشر نے آفتاب ہدایت کے جواب کی ضرورت کے تحت لکھا ہے کہ:

> ان حالات سے مجبور ہو کر ہم نے صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام و المسلمین سرکار علامہ الحاج الشیخ محمد حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر مدظلہ العالی (جو کہ سب سے زیادہ اتحاد اسلامی کے علمبردار ہیں) کی خدمت میں جواب لکھنے کی درخواست پیش کی۔ مقام شکر ہے کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود ہماری مخلصانہ استدعا پر لبیک کہتے ہوئے اس کتاب کا دندان شکن جوابِ صواب لکھ کر پوری ملت جعفریہ کا سر افتخار بلند کر دیا جس پر آنے والی نسلیں بھی فخر کرتی رہیں گی۔ الخ

گو ''تجلیات صداقت'' دجل و فریب اور حق و باطل کے التباس اور کتمانِ حق کا ایک عجیب شاہکار ہے لیکن اس سے ناواقف اہل سنت چونکہ فریب کا شکار ہو سکتے ہیں اور شیعہ عوام بھی مجتہد صاحب موصوف کی اندھی تقلید کی وجہ سے خلفاء و اصحاب رسول ﷺ کے بغض و عناد کے باعث ہمیشہ کے لیے ورطۂ ضلالت میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ

مولوی محمد حسین صاحب موصوف کے علم و دیانت کا پول کھول دیا جائے اور چونکہ کتاب ''بشارت الدارین'' پہلے بھی ضخیم ہو چکی ہے اور طباعت کے مراحل میں ہے اس لیے بہت اختصار کے ساتھ کچھ عرض کیا جائے گا۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب.

خلفائے ثلثہؓ کے بارے میں ماتمی مجتہد کا نظریہ

بعض شیعہ چونکہ مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو کو مجتہد [1] مانتے ہیں (اور کتاب کے ناشر صاحب نے بھی دیگر القاب کے ساتھ ان کو مجتہد العصر لکھا ہے) اس لیے ہم ان کو جواب میں ماتمی مجتہد سے خطاب کریں گے۔ اور تعجب ہے کہ ناشر صاحب ان کو ''سب سے زیادہ اتحاد اسلامی کے علمبردار'' قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ ماتمی مجتہد نے اپنی اس کتاب میں خلفائے ثلثہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے خلاف جو کچھ زہر اگلا ہے اور ان کے ایمان کا بھی صراحتاً انکار کیا ہے۔ اس سے واقف ہونے کے بعد کون غیرت مند سنی مسلمان شیعوں کے ساتھ اشتراک و اتحاد کر سکتا ہے۔ اور یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ جو شخص بھی شیعہ مذہب کا معتقد ہے وہ خلفائے ثلثہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم اور ان کو خلفائے راشدین ماننے والوں کو مومن نہیں

---

[1] حالانکہ بعض شیعہ علماء ان کے ایک اور مجتہد ساتھی یا بقول بعض ان کے استاد محترم مولوی حسین بخش جاڑا پرنسپل دارالعلوم شیعہ محمدیہ سرگودھا وغیرہ کو خارجی کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک ٹریکٹ بنام ''خارجی فتنے کا سدباب'' میں ان کو ڈھکو اینڈ فراڈ کمپنی اور جھاڑا اینڈ سنز کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ اور اس پارٹی کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ دراصل یہ گروپ نہ شیعہ ہے نہ سنی ہے نہ بریلوی ہے یہ خالص خارجی ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ مولوی حسین بخش جاڑا موصوف جاڑا ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان کے رہنے والے ہیں عراق کے سند یافتہ ہیں اور وہاں سے ان کو سند اجتہاد بھی حاصل ہے جو انہوں نے اپنی کتاب ''امامت وملوکیت'' اور اپنی تفسیر انوار النجف میں بھی درج کر دی ہے۔ اس جاڑا مجتہد نے بھی ''امامت وملوکیت'' میں خلفائے ثلثہ کے خلاف بہت زہر اگلا ہے۔

مان سکتا۔ اگر کوئی شیعہ صحابہ کرام اور ان خلفائے عظام کو مومن یا مسلم کہتا ہے تو وہ تقیہ کی بنا پر ایسے الفاظ کہہ دیتا ہے یا وہ شیعہ مذہب سے ناواقف ہوتا ہے۔ بہرحال ماتمی مجتہد نے خلفائے ثلثہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے خلاف جو کچھ دریدہ دہنی کی ہے اس کا کچھ نمونہ حسب ذیل ہے۔

① دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے اور ہمارے برادرانِ اسلامی میں اس سلسلہ میں جو کچھ نزاع ہے وہ صرف اصحاب ثلثہ کے بارے میں ہے۔ اہل سنت ان کو بعد از نبی تمام اصحاب وامت سے افضل جانتے ہیں اور ہم ان کو دولت ایمان وایقان اور اخلاص سے تہی دامن جانتے ہیں۔ (تجلیات صداقت ص ۲۰۱)

② مذہب شیعہ نہ جناب ابوبکر وعمر وعثمان کو کافر سمجھتا ہے اور نہ ہی ان کے پیروکاروں کو ہاں یہ درست ہے کہ وہ ان کو مومن بھی نہیں سمجھتا۔ (۳۴۶)

③ اس میں شک وشبہ نہیں کہ شیعانِ حیدر کرار ابوبکر کو سچا مسلمان اور مخلص با ایمان نہیں جانتے..... بلکہ جانتے ہیں۔ (۴۳۰)

④ اصحاب ثلثہ کا جناب امیر خیبر گیر سے بجائے شیر وشکر ومشیر ہونے کے ان کا دشمن ازلی ہونا بجائے تابعدار اور قرابتدار رسول ہونے کے ان کا دنیا دار اور عصیان کار ہونا۔ اور بجائے مقبولِ بارگاہ ہونے ان کا مردود بارگاہ خدا ورسولِ ہدی ہونا کتب فریقین سے کچھ ایسے ناقابل انکار دلائلِ جاندار سے واضح و آشکارا کریں گے کہ نہ صرف پرستاران ثلثہ کی بلکہ ثلثہ ❶ کی روحیں بھی یوم القرار تک بے قرار ہو جائیں گی۔

---

❶ خلفائے ثلثہ حضرت ابوبکرؓ صدیق، حضرت عمرؓ فاروق اور حضرت عثمانؓ کے خلاف اس قدر زہر اگلنے والے اس مجتہد ڈھکو نے حالیہ تحریک ختم نبوت کے دوران امام باڑہ مہاجرین چکوال میں رات کو ختم نبوت کے موضوع پر تقریر کے دوران سنی وشیعہ اتحاد کی تحسین کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ "خدا کرے کہ یہ سنی شیعہ اتحاد قیامت تک رہے" اور یہ تقریر میں نے خود سنی تھی یہ ہے ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور اللہ تعالیٰ بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو فتنۂ رفض کی حقیقت کی سمجھ عطا فرمائیں۔ (آمین)

جاؤ گے تم کہاں شیعوں کو چھیڑ کے
رکھ دیں گے تیرے مذہب کا بخیہ ادھیڑ کے

⑤ ام المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ کے متعلق لکھا ہے۔

باقی رہا مولف کا یہ کہنا کہ عائشہؓ مومنوں کی ماں ہیں۔ ہم نے ان کے ماں ہونے کا انکار کب کیا ہے مگر اس سے ان کا مومنہ ہونا تو ثابت نہیں ہوتا۔ ماں ہونا اور ہے اور مومنہ ہونا اور (۴۷۸)

ان عبارات کے بعد بعض لوگ حیران ہوں گے کہ العیاذ باللہ حضرات خلفائے ثلثہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور ام المومنین زوجۂ رسول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو غیر مومن ماننے کے باوجود پھر ماتمی مجتہد نے یہ کیوں لکھا ہے کہ ہم ان کو کافر نہیں کہتے۔ تو اس کی وجہ انہوں نے خود ہی بعنوان "لفظ مسلمین کا منافقین پر اطلاق" یہ بیان کی ہے کہ

باقی رہا یہ کہنا کہ اس جنگ کے شاملین کو مومنین کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ تو ابھی اوپر آیت نمبر ۱۵ کے جواب میں بالتفصیل واضح کیا جا چکا ہے کہ ایمان کے ایک عمومی معنی ظاہری اقرار لسانی کے بھی ہیں اور اس اعتبار سے منافقین کو بھی مسلمین و مومنین کہا جا سکتا ہے الخ (۹۲)

ماتمی مجتہد کا مطلب یہ ہے کہ گو اصحاب ثلثہ اور ان کے پیروکار دوسرے اصحاب دل سے مومن نہ تھے لیکن زبان سے چونکہ وہ ایمان اور اسلام کا اقرار کرتے تھے اس لیے ان کو ظاہری اعتبار سے مومن و مسلم کہہ دیا جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ مسلمانانِ اہل السنت والجماعت کو برادرانِ اسلامی کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں تاکہ ناواقف سنی مسلمان یہی سمجھتے رہیں کہ شیعہ ہم کو مسلمان مانتے ہیں نہ کہ کافر حالانکہ جب شیعوں کے نزدیک خلفائے ثلثہؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سرے سے مومن ہی نہیں ہیں تو پھر ان حضرات کو مومن کامل اور قطعی جنتی ماننے والے سنی مسلمانوں کو وہ کیونکر مومن مان سکتے ہیں؟

عبرت، عبرت، عبرت

ماتمی مجتہد کا ایک عظیم الشان جھوٹ

خلفائے راشدین، صحابہ کرام اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے ایمان کا جو شخص منکر ہو جائے اس کو دنیا میں یہ سزا ملتی ہے کہ اس کی دینی فہم سلب ہو جاتی ہے اور علمی و شرعی دیانت و امانت سے وہ محروم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ماتمی مجتہد کا بھی یہی حال ہوا ہے۔ ان کی زیر بحث کتاب غلط بیانیوں اور افترا پردازیوں کا مجموعہ ہے چنانچہ بطور نمونہ ہم ان کا ایک ایسا جھوٹ پیش کرتے ہیں جس کی وہ کوئی تاویل نہیں پیش کر سکتے۔

تفسیر مجمع البیان کی عبارت کا انکار

آفتاب ہدایت میں حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب مرحوم نے فضائل اصحاب ثلثہؓ کے ثبوت میں مذہب شیعہ کی مستند کتب کے حوالہ جات کے سلسلہ میں یہ لکھا ہے کہ

علامہ طبرسی اپنی کتاب مجمع البیان میں تحریر کرتا ہے کہ آیت وسیجنبها الاتقی الذی الخ ابوبکرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ روایت یوں ہے:

عن ابن الزبیرؓ قال ان الآیة نزلت فی ابی بکرؓ لانه اشتری المماليك الذين اسلموا مثل بلال وعامر بن فهيرة وغيرهما واعتقهم۔

ترجمہ: ''ابن زبیرؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت شانِ ابی بکر میں نازل ہوئی ہے۔ اس نے غلاموں کو جو اسلام لائے تھے اپنے مال سے خرید لیا جیسا کہ بلالؓ اور عامرؓ بن فہیرہ اور ان کو آزاد کیا۔''

اب جس کی خدمات اسلام میں یہ ہوں کہ بلالؓ جیسے عاشق ذاتِ نبوی ﷺ کو کفار کے ہاتھ سے اپنا مال خرچ کر کے نجات دلائے اور آزاد کر دے اور اللہ تعالیٰ اس کے نہ صرف متقی بلکہ اتقی ہونے کی شہادت دے اس شخص کی شان والا میں گستاخی کرنا کتنی جسارت ہے خدا روافض کو ہدایت دے۔ (آفتاب ہدایت ۷۹)

اس کے جواب میں ماتمی مجتہد ڈھکو صاحب لکھتے ہیں۔

خداوندِ عالم برادرانِ اسلامی کو بھی ہدایت دے کہ وہ اپنے بزرگوں کے من گھڑت فضائل و مناقب بیان کرنے میں دین و دیانت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا کریں۔ اس بات کو امین الاسلام علامہ طبرسی علیہ الرحمتہ اللہ کی امانت، وسعت قلب اور عالی ظرفی پر ہی محمول کرنا چاہیے کہ وہ باوجود ایک مقتدر شیعہ عالم ہونے کے اپنی تفسیر میں جہاں پہلے اپنے ائمہ طاہرین کے ارشادات پیش کرتے ہیں وہاں مخالفین کا نظریہ بھی بلا ردو قدح دیانتداری سے پیش کر دیتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان کے ناظرینِ کرام پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ وہ مجاہد، قتادہ اور سدی وغیرہ مفسرین اہل سنت کے اقوال سے لبریز ہے۔ اکثر تو وہ مفسر کا نام لے کر ہی تفسیر نقل کرتے ہیں اور جہاں صرف روی یا قیل فرمائیں وہاں ان کی مراد مخالفین کی بیان کردہ تفسیر مذکور ہے مگر بایں ہمہ یہ عبارت جو مجمع البیان کی طرف منسوب کی گئی ہے یہ دروغ بے فروغ ہے۔ اس کا تفسیر مذکور میں کہیں نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ یہ آیت وسیجنبھا الاتقی سورۂ واللیل کی ہے اور اس کی تفسیر مجمع البیان ج ۲، ۶۰۵، ۶۰۴ طبع ایران قدیم پر مذکور ہے مگر وہاں نہ یہ عبارت ہے نہ ابوبکرؓ کا نام ہے۔

میرے کہنے پہ کیا ہے آزمائے جس کا جی چاہے

جب محبانِ ثلثہ کے اسلام و ایمان کی یہ حالت ہو اور اس طرح برملا کذب و بہتان سے کام لیں تو فعلی الاسلام السلام الخ۔ (تجلیات صداقت ۱۴۵)

الجواب

آفتاب ہدایت میں شیعہ مفسر علامہ طبرسی کی تفسیر مجمع البیان سے جو عبارت نقل کی گئی ہے یعنی عن ابن الزبیرؓ سے اعتقھم تک جس میں حضرت ابوبکرؓ کا نام بھی ہے۔ لفظ بلفظ اس تفسیر میں موجود ہے۔ چنانچہ ہمارے پاس علامہ طبرسی موصوف کی مجمع البیان مطبوعہ

بیروت موجود ہے اس کی جلد ۶ پارہ ۳۰ ص ۱۵۹ سورۃ واللیل کی آیت فامامن اعطیٰ واتقیٰ کے تحت یہ عبارت پائی جاتی ہے جس کو ہم ثابت کر سکتے ہیں۔ اب قارئین کرام اندازہ لگائیں کہ ماتمی مجتہد نے کتنا بڑا جھوٹ بول کر تفسیر مذکور کی زیر بحث عبارت کا انکار کیا ہے۔ اسی ایک حوالہ سے ماتمی مجتہد کے دین وایمان کا پردہ فاش ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کتاب میں اور بھی جا بجا غلط بیانیوں سے کام لیا گیا ہے جن کی نشاندہی کے لیے یہاں گنجائش نہیں ہے۔ کاش کہ ماتمی مجتہد اپنی کتاب کا نام ''تجلیات صداقت'' نہ رکھتے اور ائمہ طاہرین کی محبت کے پردے میں تجلیات اور صداقت کے پروقار الفاظ کی توہین نہ کرتے بلکہ اس کتاب کا نام ''ظلماتِ ضلالت'' رکھا جاتا تو بہت مناسب تھا۔ واللہ الھادی

عقائد ومسائل

ماتمی مجتہد نے (ص ۱۰) پر حنفی نماز کا جو نقشہ پیش کیا ہے۔ اس کے متعلق صرف اتنا عرض ہے کہ کیا حنفی علماء وصلحا اسی طرح نماز پڑھتے ہیں یا کیا فقہ حنفی کی کتابوں میں اسی طرح نماز پڑھنا لکھا ہوا ہے؟ قرآن مجید میں اضطراری حالت میں مسلمان کے لیے خنزیر کا گوشت، مردار وغیرہ مباح فرمایا گیا ہے۔ تو اگر کوئی غیر مسلم ڈھکو صاحب موصوف کے اسلامی دسترخوان کا یہ نقشہ پیش کرے کہ آپ کے سامنے لحم خنزیر بھی رکھا ہے اور کسی مردار کے ٹکڑے بھی ہیں اور خون بھی اور چوری کے مرغ کا بھنا ہوا گوشت بھی تو کیا ماتمی مجتہد اس کو اسلامی دسترخوان تسلیم کریں گے؟ پس اس طرز پر حنفی نماز کے مذکورہ نقشے کو قیاس کر لیا جائے یہاں گنجائش نہیں ورنہ ہم نماز شیعہ کا بھی نقشہ پیش کر دیتے۔

اتنی نہ بڑھا پاکئی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

ایمان بالقرآن کی بحث

آفتاب ہدایت میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ شیعہ فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اکرم خاتم النبیینؐ کے بعد اصحاب رسولؐ نے قرآن میں تحریف یعنی تبدیلی (کمی وبیشی) کر دی ہے۔

اس کے جواب میں ماتمی مجتہد لکھتے ہیں کہ:

شیعہ خیر البریہ قرآن کریم کو خدا کی آخری کتاب الہامی اور صحیفہ ربانی اور اسلام اور پیغمبر اسلام کی صداقت کا معجزۂ خالدہ مانتے ہیں۔ یہ حقیقت محتاجِ بیان نہیں کہ شیعہ اسی قرآن کو پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ اس کے اوامر و نواہی پر عمل درآمد کرتے ہیں۔ اسی کی تفسیریں لکھتے ہیں۔ الخ (۱۹)

الجواب

① آپ کا یہ اقرار تقیہ پر مبنی ہے۔ کیونکہ شیعوں کی مستند کتبِ حدیث میں قریباً دو ہزار سے زائد متواتر ❶ اور مستفیض روایتیں ایسی ہیں جن سے قرآن کی تحریف ثابت ہوتی ہے۔ اور متقدمین شیعہ سب تحریف قرآن کے قائل تھے۔ اور جن چار علماء کے نام آپ اور دوسرے شیعہ علماء پیش کرتے ہیں کہ وہ تحریف قرآن کے منکر ہیں یعنی شریف مرتضیٰ، شیخ

---

❶ تحریف قرآن کی روایات کے متواتر اور دو ہزار سے زائد ہونے کا اقرار خود شیعہ علماء نے کیا ہے۔ چنانچہ ان کے علامہ نوری نے اپنی کتاب "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب" مطبوعہ ایران ص ۳۰ میں لکھا ہے:

قال السید المحدث الجزائری فی الانوار مامعناه ان الاصحاب قداطبقوا علی صحة الاخبار المستفیضة بل المتواترة الدالة بتصریحها علی وقوع التحریف فی القرآن (یعنی سید محدث نعمت اللہ جزائری نے کتاب الانوار میں یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اصحاب امامیہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ جو روایتیں صراحتاً قرآن کی تحریف (تبدیلی) پر دلالت کرتی ہیں وہ نہ صرف مستفیض بلکہ متواتر ہیں اور اسی کتاب فصل الخطاب میں لکھتے ہیں:

قال السید نعمت الله الجزائری فی بعض مؤلفاته کما حکی عنه ان الاخبار الدالة علی ذلک تزید علی الفی حدیث وادعی استفاضتها جماعة کالمفید والمحقق الداماد والعلامة المجلسی وغیرهم بل الشیخ ایضا صرح فی البیان بکثرتها بل ادعیٰ تواترها جماعة یاتی ذکرهم: سید نعمت اللہ محدث جزائری نے اپنی تصنیفات میں لکھا ہے جیسا کہ ان سے یہ منقول ہے کہ جو روایتیں تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں وہ دو ہزار سے زائد ہیں اور ایک جماعت نے جیسا کہ شیخ مفید، محقق و امام اور علامہ باقر مجلسی وغیرہ نے ان روایتوں کے مستفیض ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ شیخ طوسی نے بھی البیان میں ان روایتوں کے زیادہ ہونے کی تصریح کی ہے بلکہ ایک جماعت نے ان روایات کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اس جماعت کا ذکر آگے آئے گا۔

صدوق (یعنی ابن بابویہ قمی) شیخ بوعلی طبرسی صاحب تفسیر مجمع البیان اور شیخ الطائفہ طوسی، تو صرف ان چار کا حوالہ دینے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اصل شیعہ مذہب یہی ہے کہ قرآن محرف ہے۔ یعنی نبی کریمؐ کے بعد اس میں کمی و بیشی کردی گئی ہے۔ اور آفتاب ہدایت میں شیعوں کی اصول کافی سے ۱۲ عدد روایات ایسی پیش کی ہیں جن سے لفظی تحریف قرآن کا ثبوت ملتا ہے: مثلاً

عن جابر عن ابی عبدالله علیه السلام قال قلت له لم سمی امیر المومنین قال الله سماه۔ وهکذا انزل فی کتابه واذ اخذربك من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم واشهدهم علی انفسهم الست بربکم وان محمداً رسولی وان علیاً امیرالمومنین علیه السلام۔

(اصولِ کافی ص ۲۶۱)

اس کا ترجمہ شیعوں کے ادیب اعظم سید ظفر حسن صاحب نے یہ لکھا ہے۔

ترجمہ: ''جابر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا، حضرت علی کا نام امیر المومنین کیوں ہوا۔ فرمایا کتاب خدا میں یوں ہی ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی جب خدا نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا۔''

اس کے بعد (توضیح) کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن میں امیر المومنین کا لفظ نہیں ہے۔ پس یا تو جامعِ قرآن نے حذف کردیا ہے یا پھر مضمون حدیث قدسی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ سید ظفر حسن صاحب امروہی (جواب تک زندہ ہیں) بھی قرآن میں تحریف کے قائل ہیں ورنہ یہ نہ توضیح کرتے کہ یا تو جامع قرآن یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس کو حذف کردیا ہے۔ اور حدیث قدسی اس لیے نہیں بن سکتی کہ مندرجہ حدیث میں قرآنی آیات کے اندر ان علیاً امیر المومنین کے الفاظ پائے جاتے ہیں بلکہ اس میں وان محمدا رسولی کے الفاظ بھی ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں جملے

موجودہ قرآن میں نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں ان الفاظ کے قرآن میں ہونے کا قرینہ یہ ہے کہ روایت میں قال اللہ سماہ کے الفاظ ہیں یعنی اللہ نے حضرت علی کا نام امیر المومنین رکھا ہے اور ان الفاظ کا ترجمہ ادیب اعظم نے نہیں لکھایا کاتب سے غلطی ہوئی ہے۔ اور روایت میں ھکذا انزل فی کتابہ کے الفاظ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں (یعنی اس طرح کتاب اللہ میں نازل ہوا ہے)

② تفسیر قمی کی عبارت ''بشارت الدارین'' میں نقل کی جا چکی ہے کہ:

سورۃ آل عمران کی آیت جو جنگ بدر کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے موجودہ قرآن مین اس کے اِلفاظ یہ ہیں وانتم اذلّۃ لیکن امام جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ قرآن میں یہ الفاظ نازل ہوئے تھے۔ انتم ضعفآء اور نصرکم اللہ کی جگہ صرف نصرکم تھا۔ ملاحظہ ہو۔ (تفسیر قمی جلد اول ص ۱۲۲)

شیعہ تفاسیر و احادیث کی ان واضح عبارتوں کے جواب میں عاجز آ کر ماتمی مجتہد علامہ ڈھکو لکھتے ہیں کہ یہ بات واضح رہے کہ

اگر مولوی کرم الدین آف بھیں امام جلال الدین سیوطی کے مقلد نہیں تو ہم بھی ثقۃ الاسلام کلینی اور ان کے استاذ محترم جناب علی بن ابراہیم قمی کے مقلد نہیں ہیں۔ (تجلیات ص ۲۵)

الجواب

① اس قسم کے جواب سے ڈھکو صاحب کی گلو خلاصی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اصول و فروع کافی کے مؤلف شیعوں کے ثقۃ الاسلام شیخ محمد بن یعقوب کلینی وہ ہیں جنہوں نے اس زمانہ میں کافی لکھی ہے جبکہ بقول شیعہ امام غائب حضرت مہدی سے سفراء کی آمد و رفت رہتی تھی اور کلینی موصوف کا ان سفیروں سے رابطہ موجود تھا۔ اسی بنا پر خود ماتمی مجتہد نے شافی ترجمہ اصول کافی کے مقدمہ میں تسلیم کیا ہے کہ اصول کافی کو امام غائب

کی رضائے سکوتی حاصل ہے یعنی امام غائب نے چونکہ کافی کی احادیث پر جرح نہیں کی بلکہ خاموش رہے ہیں اس لیے وہ ان احادیث پر راضی تھے۔ (اصول کافی کی مستقل بحث ''بشارت الدارین'' میں ملاحظہ فرمایئے) اس لیے اپنے اقرار کے مطابق ماتمی مجتہد اصول کافی کی کسی حدیث پر جرح وتنقید نہیں کر سکتے۔ اور تفسیر قمی کے مصنف شیخ محمد بن ابراہیم قمی تو شیخ محمد بن یعقوب کلینی کے بھی استاذ ہیں امام حسن عسکری کے شاگرد ہیں۔ اس لیے شیخ قمی نے اپنی تفسیر میں وہی کچھ لکھا ہوگا جو انہوں نے شیعوں کے گیارہویں امام معصوم جناب حسن عسکری سے پڑھا اور سنا ہوگا۔ لہٰذا ڈھکو صاحب کے لیے کلینی اور قمی کی تقلید ضروری ہوگی۔ شیعہ مذہب کی بنیاد پر قول امام حسن عسکری اور شیخ قمی کا معتبر ہوگا نہ کہ ڈھکو صاحب جیسے ماتمی مجتہدین کا اور برعکس اس کے ہمارے لیے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید لازمی نہیں ہے کیونکہ وہ فقہ میں ہمارے امام و مجتہد نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے تفسیر دُرِّ منثور میں ہر قسم کی روایات جمع کر دی ہیں اور ان کی صحت کا التزام نہیں کیا۔ لہٰذا اس قسم کی کتب تفاسیر واحادیث کی منقولہ روایتیں ہم پر حجت نہیں ہوسکتیں اور خود امام سیوطی کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ رسول اللہ کے بعد قرآن میں کسی قسم کی کوئی کمی وبیشی نہیں ہوئی (ملاحظہ ہو تفسیر اتقان)۔

دور حاضر کے شیعہ مفسرین

دور حاضر کے شیعہ مفسرین بھی قرآن میں تحریف کے قائل ہیں۔ چنانچہ شیعہ مفسر مولوی مقبول احمد دہلوی نے بحوالہ احتجاج طبرسی لکھا ہے کہ:

> امام حسنؓ نے مروان سے یہ فرمایا تھا کہ اے مروان اگر منافقوں ملعونوں کو یہ معلوم ہوتا کہ ان آیتوں کے باقی رکھنے میں جن کی تاویل میں نے تجھ سے بیان کی ان کا کتنا بڑا ضرر ہے تو وہ ان کو بھی قرآن مجید سے ایسے ہی نکال دیتے جیسے کہ اور آیتیں نکال دیں۔

(ضمیمہ ترجمہ مقبول پ ۱۵ ص ۲۸۱ مطبوعہ افتخار بک ڈپو کرشن نگر لاہور)

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ مولوی مقبول احمد دہلوی کے ترجمہ قرآن کی تقریظ وتصدیق شیعوں کے بڑے بڑے مجتہدین نے تحریر کی ہے۔ مثلاً مفتی سید احمد علی مجتہد اعظم لکھنو، سید کلب حسین مجتہد لکھنو، سید ناصر حسین مجتہد لکھنو، سید علی حائری مجتہد لاہوری وغیرہ اور پاکستان کے شیعوں کے خطیب اعظم سید محمد دہلوی کی تقریظ بھی اسی ضمیمہ قرآن پر موجود ہے (اور ان میں سے مجتہدین کی تقریظیں ۔ ترجمہ مقبول مطبوعہ دہلی میں تو ہیں لیکن مطبوعہ لاہور میں حذف کردی گئی ہیں)۔ جس سے ثابت ہوا کہ دور حاضر کے شیعہ مجتہدین بھی تحریف قرآن کے قائل ہیں اور اگر ڈھکو صاحب جیسے شیعہ علماء تحریف قرآن کا انکار کرتے ہیں تو یہ ازروئے تقیہ کرتے ہیں۔ ورنہ وہ دل میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ موجودہ قرآن صحیح و محفوظ نہیں ہے۔ اور قرآن کی ترتیب میں تبدیلی کے قائل تو آج کل کے عام شیعہ بھی ہیں۔

ماتمی مجتہد کا اپنا اقرار

آفتاب ہدایت میں شیعوں سے چند سوالات کیے گئے ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ:

> کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے قرآن جمع کر کے اصحاب کو دکھلایا تھا۔ انہوں نے قبول نہ کیا تو آپ نے کہا کہ اب تم لوگ اس قرآن کو تا قیامت نہ دیکھو گے۔ وہ قرآن اس وقت کہاں ہے اگر وہ ہدایت خلق کے لیے تھا تو اس کے اتنا عرصہ گم رکھنے کی کیا وجہ ہے اور ایسے قرآن سے مسلمانان عالم کو کیا فائدہ ہے۔ اگر امام غائب علیہ السلام نے اس کو چھپا رکھا ہے تو کیا وہ کتاب ہدایت چھپا رکھنے کے مجرم نہیں ہیں؟

اس کے جواب میں ماتمی مجتہد لکھتے ہیں۔

> اس سوال کا تحقیقی جواب کتاب کی ابتدا میں تحریف قرآن والی بحث میں دیا جا چکا ہے۔ اس قرآن مجید کے اخفاء اور تاخیر ظہور کی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور وہ مؤلف کے

چہیتے خلفاء تھے۔ اگر مجرم ہیں تو وہی نہ کہ امام زمانہ۔ الخ (تجلیات ص ۴۷۱)

الجواب

یہ بھی عجیب جواب ہے۔ اہل سنت تو یہ تسلیم ہی نہیں کر سکتے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عظیم شخصیت نے صحیح قرآن مجید مرتب کر کے پھر اس کو امام غائب کے ظہور تک چھپا دیا ہے۔ کیونکہ اس سے تو تمام اُمت قرآن اصلی سے محروم ہو جاتی ہے۔

(ب) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تبلیغ قرآن میں رسول کریم رحمت للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح وارث ثابت نہیں ہو سکتے۔ کیا رسول خدا نے بھی مخالفین و منکرین کے قبول نہ کرنے کی وجہ سے سارے قرآن مجید یا کسی ایک ہی آیت کو چھپا دیا تھا؟

(ج) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قرآن پیش کرنا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس کو قبول نہ کرنا یہ سب افسانہ ہے لیکن شیعہ اصول کافی کی احادیث کا انکار نہیں کر سکتے۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہ نسبت قرآن نہ قبول کرنے والوں کے قرآن چھپانے والوں کا جرم زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ۔

(پ۲، رکوع ۳) مولوی مقبول احمد شیعہ عالم کا ترجمہ یہ ہے:

جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو کھلی دلیلیں اور ہدایت ہم نازل کر چکے بعد اس کے کہ ہم نے کل آدمیوں کے لیے کتاب میں اس کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ یقیناً انہی پر اللہ لعنت کرتا ہے اور انہی پر لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

اس آیت کے حاشیہ پر مولوی مقبول احمد لکھتے ہیں:

تفسیر صافی میں ہے کہ ان چھپانے والوں سے مراد یہودیوں کے وہ علماء ہیں جو جناب محمد مصطفیٰ اور جناب علی المرتضیٰ کے بارے میں شہادت دینے والی آیتوں

کو چھپاتے تھے اور وہ ناصبی مراد ہیں جو فضائل جناب امیر المومنین کے بارے میں قرآن مجید میں جو کچھ نازل ہوا ہے چھپاتے ہیں۔

تو فرمایئے بقول شیعہ مفسر جب یہود اور ناصبی بعض آیات کے چھپانے سے مستحق لعنت ہو گئے ہیں تو اس امام معصوم کے بارے میں کیا فتویٰ ہوگا۔ جنہوں نے سارے قرآن ہی کو غائب کر دیا۔ اور اس امام زمانہ کے بارے میں کیا کہیں گے جو صدیوں سے امت کے لیے حجت ہیں اور خلیفہ و امام زمان بھی وہی ہیں لیکن سارے قرآن کو اپنے وجود کی طرح غائب کیے ہوئے ہیں۔ کیا شیعہ مذہب میں ائمہ معصومین کا یہی مقام ہے جس کی بنا پر وہ ان کو انبیائے سابقین پر بھی فضیلت دیتے ہیں۔

(عبرت، عبرت، عبرت)

بحث خلافت و امامت

مسئلہ خلافت فی الواقع اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین ایک معرکتہ الآراء نزاعی مسئلہ ہے۔ اور دونوں طرف سے اس پر کتابیں لکھی گئی ہیں۔ لیکن یہ مسئلہ اتنا مشکل نہیں جتنا کہ شیعوں نے اس کو بنا دیا ہے۔ جناب والد صاحب مرحوم نے آفتاب ہدایت میں مسئلہ خلافت کے ضروری پہلوؤں پر جامع اور مختصر بحث کر دی ہے جو اہل فہم و انصاف کے لیے کافی ہے۔ لیکن ماتمی مجتہد کا مقصد تو تسلیم حقیقت نہیں بلکہ خلفائے راشدینؓ سے ناواقف لوگوں کو بدظن کرنا ہے۔ اس لیے انتہائی تلبیس و فریب سے کام لے کر آفتاب ہدایت کی بحث کا جواب دیا ہے اور خلفائے ثلثہ کے خلاف سخت زہر اگلا ہے۔ **وما فی صدورھم اکبر** (اور جو ان کے سینوں میں ہے وہ اس سے زیادہ ہے)۔

آیت استخلاف

قرآن مجید میں چاروں خلفائے راشدین میں سے نہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کا نام ہے نہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بن ابی طالب کا۔ البتہ خلافت راشدہ کی پیشگوئی موجود

ہے۔ چنانچہ پ ۱۸ سورۃ النور ع ۷ میں ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

اس آیت کا ترجمہ مولوی مقبول احمد شیعہ مفسر نے یہ کیا ہے:

ان سب لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو اس زمین میں جانشین بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو جانشین بنایا تھا اور ضرور ان کے دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کرلیا ہے۔ ان کی خاطر سے پائیدار کردے گا اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ اس وقت وہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا پس نافرمان وہی ہیں۔

اور حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا ترجمہ یہ ہے۔

وعدہ کیا اللہ نے جو لوگ تم میں ایمان لائے اور کیے ہیں نیک کام البتہ پیچھے حاکم کرے گا۔ ان کو ملک میں جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دے گا ان کو دین ان کا جو پسند کردیا ان کے واسطے اور دے گا ان کو ان کے ڈر کے بدلے امن، میری بندگی کریں گے۔ شریک نہ کریں گے میرا کسی کو اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس پیچھے سو وہی لوگ ہیں بے حکم۔

اس آیت میں چونکہ اللہ تعالیٰ نے استخلاف یعنی خلفاء بنانے کا وعدہ فرمایا ہے اس لیے اس کو آیت استخلاف کہتے ہیں۔

آیت تمکین

ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا ہے:

اُذِنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ کَثِیْرًا وَ لَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ o اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ. (پ ۱۷، سورۃ الحج ع ۶)

مولوی مقبول احمد کا ترجمہ یہ ہے:

''ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس لیے اجازت دی گئی ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بے شک اللہ ان کو مدد دینے پر پوری پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ جو اپنے ملک سے ناحق صرف اتنی بات کہنے پر نکالے گئے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور اگر خدا آدمیوں کو ایک کے ذریعہ سے دوسرے کو دفع نہ کرتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجا اور کنیسے اور مسجدیں جن میں خدا کا نام زیادہ لیا جاتا ہے سب گرا دیئے جاتے اور اللہ اس کی مدد ضرور کرے گا جو خود اللہ کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ قوت والا (اور) زبردست ہے وہ لوگ ہیں جن کو اگر ہم زمین میں تمکن دیں گے تو وہ (باقاعدہ) نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور نیک کاموں کا حکم کریں گے اور بدی سے مانع ہوں گے اور تمام کاموں کا حکم کریں گے اور بدی سے مانع ہوں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

اس آیت کے حاشیہ پر مولوی مقبول احمد لکھتے ہیں:

تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر سے منقول ہے کہ یہ پوری آیت آل محمد کی شان میں ہے اور مہدی آخر الزمان اور ان کے اصحاب کو خدا تعالیٰ زمین کے مشرق و مغرب کا مالک کر دے گا اور ان کے دین کو غالب فرمائے گا اور ان کے اصحاب کے ذریعہ سے تمام بدعتوں کو اور باطل کو اسی طرح نیست و نابود کر دے گا جیسا کہ ان اشقیاء نے حق کو برباد کرنا چاہا تھا پھر وہ نیکیوں کا حکم دیں گے اور بدیوں

سے باز رکھیں گے۔''

(حاشیہ ترجمہ مقبول مطبوعہ دہلی)

اور پہلی آیت استخلاف کے حاشیہ پر بھی مولوی مقبول احمد لکھتے ہیں کہ تفسیر عیاشی میں ہے کہ:

جناب امام زین العابدین نے اس آیت کو تلاوت فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ واللہ یہ ہم اہل بیت کے شیعہ ہیں جن کے لیے خدا تعالیٰ یہ سب کچھ ہم میں سے ایک شخص کے ہاتھوں انجام دے گا جو اس امت کا مہدی ہوگا الخ۔

چونکہ پہلی آیت استخلاف کی مراد امام زین العابدین سے اور دوسری آیت تمکین کی مراد امام محمد باقر سے شیعہ تفاسیر میں یہی منقول ہے کہ ان دونوں آیتوں میں تمکین وغلبہ دین سے مراد حضرت امام مہدی کے زمانہ کا غلبہ ہے نہ کہ رسول اللہ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کے زمانہ کا غلبہ۔ اس لیے شیعہ علماء ان دونوں آیتوں سے حضرت علی کی خلافت بلافصل کا ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔

② لیکن ماتمی مجتہد مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو آیت استخلاف کی مراد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

یہاں خلافت سے اسلامی اصطلاحی خلافت مراد نہیں بلکہ اس کے لغوی معنی مقصود ہیں یعنی کسی فرد یا جماعت کی جانشینی ان کے ملک وملک پر تسلط۔ ان کے دیار وامصار پر غلبہ۔ چنانچہ اسلامی برادری کے مشہور مفسرین کی تفسیروں سے بھی یہی مطلب ثابت ہوتا ہے۔ تفسیر جلالین میں **لیستخلفنهم فی الارض** کے معنی یہ لکھتے ہیں **بدلا عن الکفار** یعنی خدا مسلمانوں کو کافروں کی زمین میں وارث بنائے گا۔

② اور تفسیر مدارک میں اس کے معنی یہ لکھے ہیں **ای ارض الکفار وعدهم ان ینصر الاسلام علی الکفرو یورثم الارض** یعنی خدا نے وعدہ کیا

ہے کہ وہ اسلام کی مدد کرے گا اور مسلمانوں کو کافروں کی زمین کا وارث بنائے گا۔

③ تفسیر ابن جریر ج ۱۸ ص ۱۲۲ طبع مصر

④ معالم التنزیل مع ابن کثیر ج ۶ ص ۱۳۸ طبع مصر میں بھی یہی لکھا ہے کہ مسلمانوں کو کفار کی زمین کا جانشین بنائے گا۔ (تجلیات ص ۱۳۳)

ماتمی مجتہد کی جہالت وخیانت

ماتمی مجتہد ڈھکو صاحب نے اس آیت استخلاف کی تفسیر میں خوب اپنی جہالت اور خیانت کا مظاہرہ کیا ہے۔

① اس آیت میں خلافت سے مراد لغوی خلافت اور جانشینی نہیں کہ محض کفار کی زمین پر مسلمانوں کو تسلط اور غلبہ نصیب ہو جائے اور وہ وہاں صرف کھیتی باڑی کا کام کرتے رہیں۔ بلکہ اصطلاحی خلافت مراد ہے یعنی یہ غلبہ واقتدار دینی ہوگا اور اسلام کفر پر غالب آجائے گا۔ چنانچہ خود آیت میں اس خلافت وجانشینی کی مراد واضح فرمادی ہے کہ لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم جس کا ترجمہ شیعہ مفسر مولوی مقبول احمد نے بھی یہ کیا ہے کہ ''جمادے گا ان کو دین ان کا پسند کر دیا ان کے واسطے'' اور تمکین دین کا معنی قوت وغلبہ دین ہی ہے۔ تو کیا ماتمی مجتہد اتنا نہیں جانتے کہ دینی اقتدار وغلبہ کا نام ہی اسلامی اصطلاحی خلافت ہے۔

② علاوہ ازیں ڈھکو صاحب نے اس آیت سے مراد لغوی خلافت لے کر امام زین العابدین کے ارشاد کی صریح مخالفت کی ہے جو تفسیر عیاشی سے مولوی مقبول احمد صاحب نے نقل کیا ہے۔ کیونکہ امام زین العابدین نے اس سے حضرت امام مہدی کی خلافت مراد لی ہے۔ تو کیا ماتمی مجتہد کے نزدیک امام مہدی کی خلافت بھی صرف لغوی اور دنیوی خلافت ہوگی اور دینی اور اصطلاحی خلافت نہ ہوگی؟ یہ ہے ڈھکو صاحب کی اپنی دیانت وصداقت کا

حال جو آفتاب ہدایت کے مصنف کے متعلق ہرزہ سرائی کرتے ہیں کہ:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولف جب یہ کتاب لکھنے بیٹھے تھے تو حیاء وشرم اور خوف وخشیت الٰہی کا جامہ چیر پھاڑ کر دور پھینک دیا تھا۔ اس لیے وہ کذب بازی اور افتراء پردازی میں ذرہ بھی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ (ص ۳۰۶)

③ ماتمی مجتہد نے خلافت سے لغوی خلافت مراد لینے کی تائید میں جن تفاسیر کے حوالجات پیش کیے ہیں اس میں بھی انہوں نے تلبیس وخیانت سے کام لیا ہے کیونکہ ان مفسرین کے نزدیک بھی مراد دینی اور اصطلاحی خلافت ہے۔ اور جو انہوں نے تفسیر مدارک کی عبارت پیش کی ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ جو ان کے اپنے ترجمہ سے ظاہر ہے یعنی ''خدا نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اسلام کی مدد کرے گا اور مسلمانوں کو کافروں کی زمین کا وارث بنائے گا'' فرمایئے اسلام کی مدد کرنے کے وعدہ خداوندی کا کیا مطلب ہے۔ صحابہ کرام کے ذریعہ دین کو طاقت ملے یا حسب اعتقاد شیعہ دور صحابہ میں دین برباد ہو جائے؟ اور عربی عبارت میں یہ الفاظ تھے۔ **وعدھم ان ینصر الاسلام علی الکفر** جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر پر اسلام کو نصرت وغلبہ عطا فرمائے گا۔ لیکن ڈھکو صاحب نے **علی الکفر** کا ترجمہ چھوڑ ہی دیا ہے۔

④ اور تفسیر جلالین کے حوالہ میں ماتمی مجتہد نے یہ خیانت کی ہے کہ بعد کی عبارت چھوڑ دی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں خلافت لغوی نہیں بلکہ اصطلاحی یعنی اسلامی خلافت مراد ہے۔ چنانچہ **ولیمکنن لھم دینھم** کے تحت لکھا ہے۔

وھو الاسلام بان یظھرہ علی جمیع الادیان ویوسع لھم فی البلاد فیملکوھا (دین سے مراد اسلام ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے گا اور شہروں میں ان کو وسعت دے گا اور وہ ان کے مالک ہو جائیں گے۔

فرمایئے کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے؟

⑤ اسی طرح تفسیر مدارک کی بعد والی عبارت بھی ڈھکو صاحب نے چھوڑ دی ہے جو یہ ہے:

فانجز الله وعده واظهرهم على جزيرة العرب وافتتحوا بعد بلاد المشرق والمغرب ومزقوا ملك الاكاسرة وملكوا خزائنهم واستولوا على الدنيا۔

ترجمہ: ''پس اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ان (یعنی صحابہ) کو جزیرۃ العرب پر غالب کیا اور انہوں نے مشرق و مغرب کے دور دور شہروں کو فتح کیا اور انہوں نے فارس کے بادشاہوں کو پائمال کیا اور وہ ان کے خزانوں کے مالک بنے اور وہ دنیا پر چھا گئے۔''

نیز لکھا ہے کہ

:والآية اوضح دليل على حقية الخلفاء الراشدين (اور یہ آیت بہت واضح دلیل ہے خلفائے راشدین کی خلافت کے حق ہونے پر)

⑥ اور تفسیر خازنؒ میں تو بالکل وضاحت کر دی ہے کہ:

فى الآية دليل على خلافة ابى بكر الصديق والخلفاء الراشدين بعده الخ (اور اس آیت میں دلیل ہے حضرت ابوبکر صدیق اور آپ کے بعد کے خلفاء راشدین کی خلافت پر

اور اسی تفسیر خازن میں فمن كفر بعد ذلك کے تحت لکھا ہے کہ:

قال اهل التفسير اول من كفر بهذه النعمه وجحدحقها الذين قتلوا عثمانؓ الخ اہل تفسیر نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جنہوں نے اس نعمت خلافت کی ناشکری کی اور اس کے حق کا انکار کیا وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا۔

⑦ اور امام طبری کی تفسیر جامع البیان کا جو ماتمی مجتہد نے حوالہ دیا ہے تو اس میں بھی

اہل سنت کی تائید پائی جاتی ہے چنانچہ ولیمکنن لھم کے تحت لکھتے ہیں:

ولیو طننھم دینھم یعنی ملتھم التی ارتضی لھم فامرھم بھا الخ اور ضرور اللہ تعالیٰ ان کے دین کو ٹھکانہ دے گا۔ یعنی ان کے اس مذہب وملت کو جس کو ان کے لیے پسند کیا ہے اور جس کا ان کو حکم دیا ہے۔

اور فمن کفر بعد ذلک کے تحت لکھا ہے کہ:

قال القاسم ابوعلی بقتلھم عثمان بن عفان یعنی قاسم ابوعلی نے کہا ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان کو قتل کرنے کی وجہ سے ناشکری کی۔

⑧ اور تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

ھذا وعد من اللہ تعالیٰ لرسولہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ بانہ سیجعل امتہ خلفآء الارض ای ائمۃ الناس والولاۃ علیھم وبھم تصلح البلاد وتخضع لھم العباد ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناً وحکماً فیھم وقد فعلہ تبارک و تعالیٰ ولہ الحمد والمنۃ ۔ الخ

ترجمہ: ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسولؐ کے ساتھ وعدہ ہے کہ بیشک وہ عنقریب آپ کی امت کو زمین پر خلیفہ بنائے گا یعنی ان کو لوگوں کا امام اور ان پر والی بنائے گا اور ان کے ذریعہ شہروں کی اصلاح ہوگی اور اللہ کے بندے ان کے تابعدار ہوں گے اور ضرور اللہ ان کے خوف کو امن اور حکومت سے بدل دے گا۔ اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ پورا فرما دیا ہے اور یہ اس کا شکر اور احسان ہے۔

لیکن ماتمی مجتہد نے پہلی ساری عبارت چھوڑ دی ہے اور اس عبارت کا صرف آخری یہ ٹکڑہ لکھ دیا ہے کہ فقد فعلہ تبارک وتعالیٰ ولہ الحمد والمنۃ اور اس کے بعد کی یہ عبارت بھی چھوڑ دی ہے کہ:

ثم لمامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واختار اللہ لہ عندہ من

الکرامة قام بالامر بعده خلیفة ابوبکر الصدیق الخ (جب رسول اللہ نے وفات پائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اپنی بارگاہ سے کرامت و بزرگی کو پسند فرمایا لیا تو آپ کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق نے امر دین کو قائم کرلیا۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین کی اسلامی فتوحات کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

⑨ امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے:

وفی الآیة دلالة علی خلافة الصدیق وامامة الخلفاء الراشدین۔ (اور اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت اور دوسرے خلفائے راشدین کی امامت کی دلیل پائی جاتی ہے۔

⑩ اور تفسیر درمنثور جلد ۵ میں بھی امام سیوطی نے لکھا ہے کہ:

فاظهر الله نبیه علی جزیرة العرب فآمنوا ووَضعوا السلاح ثم ان الله قبض نبیه فکانوا کذلك آمنین فی امارة ابی بکر و عمر و عثمان۔ الخ

پس اللہ نے جزیرۃ العرب پر اپنے نبی ﷺ کو غالب فرمایا پس وہ ایمان لائے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی پس وہ لوگ اسی طرح امن والے رہے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی امارت وخلافت میں الخ۔

⑪ تفسیر بیضاوی میں ہے:

وفیه دلیل علی صحة النبوة بالاخبار عن الغیب علی ما هو به وخلافة الخلفاء الراشدین ولم یجتمع الموعود علیه بغیر هم بالاجماع۔

اس آیت میں آنحضرتؐ کی نبوت کے صحیح ہونے پر دلیل ہے کیونکہ یہ غیب کی خبر اسی طرح پوری ہوئی جیسا کہ فرمایا تھا۔ اور خلفائے راشدین کی خلافت کے صحیح ہونے پر بھی دلیل ہے کیونکہ جو وعدہ فرمایا گیا تھا۔ وہ ان کے بغیر کسی پر پورا نہیں ہوا۔ اور اس پر اجماع ہے۔

⑫ اور تفسیر کشاف میں ہے:

فان قلت هل فی هذه الآیة دلیل علی امر الخلفاء الراشدین قلت اوضح دلیل وابینه لان المستخلفین الذین آمنوا وعملوا الصلحت هم۔

پس اگر تو کہے کہ کیا اس آیت میں خلفائے راشدین کی خلافت پر دلیل پائی جاتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس میں بہت واضح بہت صاف دلیل پائی جاتی ہے کیونکہ جن مومنین صالحین کو یہ خلافت دی گئی ہے وہ وہی خلفاء ہیں۔

⑬ امام رازی نے تو تفسیر کبیر میں اس آیت سے بڑی وضاحت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اور دوسرے خلفائے راشدین کا برحق ہونا ثابت فرمایا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

دلت الآیة علی امامة الاربعة وذلك لانه تعالیٰ وعد الذین آمنوا وعملوا الصلحت من الحاضرین فی زمان محمد صلی الله علیه وسلم وهو المراد بقوله لیستخلفنهم فی الارض۔

اور یہ آیت چاروں اماموں کی امامت پر دلالت کرتی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جن ایمان اور عمل صالح والوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے وہ وہی ہیں جو رسول اللہ کے زمانہ میں موجود تھے۔ اور یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد لیستخلفنهم فی الارض سے۔

اور اس کی دلیل آیت میں لفظ منکم ہے (تم میں سے) اور امام رازی نے ان معترضین کا مدلل رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ یہ وعدہ تمام امت کے لوگوں سے ہے یا صرف

حضرت علی یا بارہ اماموں کے بارے میں اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو ہم امام رازی کی ساری عبارت درج کر دیتے جو اہم فوائد پر مشتمل ہے۔

خلاصۂ کلام

ماتمی مجتہد نے جن تفاسیر اہل سنت کو اپنے حق میں پیش کیا تھا ہم نے انہی تفاسیر کی ضروری عبارتیں یہاں نقل کر دی ہیں تا کہ قارئین ڈھکو صاحب کی علمی دیانت و امانت کی حقیقت سمجھ لیں۔ اس مجتہد نے تمام کتاب میں اسی طرح فریب و تلبیس سے کام لیا ہے اور کتابوں کے حوالجات کا ڈھیر دکھلا کر اپنا علمی سکہ جمانا چاہا ہے۔ لیکن ہم نے ان کے اس فریب کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ واللہ الھادی۔

بہر حال مذکورہ دونوں آیتوں یعنی سورۃ الحج کی آیت تمکین اور سورۃ النور کی آیت استخلاف کا مطلب یہ ہے کہ سورۃ تمکین میں اللہ تعالیٰ نے بطور پیشگوئی یہ واضح فرمایا تھا کہ جن مومنین پر اہل مکہ نے ظلم و ستم کیا اور پھر ان کو گھروں سے نکلنا پڑا اور وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ اگر ان کو ہم زمین میں تمکین و اقتدار دیں تو وہ نماز و زکوٰۃ کا نظام جاری کریں اور نیکیوں کا حکم دیں گے اور برائیوں سے منع کریں گے۔ اور سورۃ النور میں پھر واضح طور پر ان مومنین صالحین سے وعدہ فرما دیا اور قسم کے ساتھ فرمایا کہ ان کو ضرور خلیفہ بنایا جائے گا۔ اور ان کو خود اللہ تعالیٰ اس دین اسلام کی طاقت عطا فرمائیں گے جو اس نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے۔ اور ان کے سابق حالاتِ خوف کو اس غلبہ اقتدار کی وجہ سے امن سے بدل دے گا۔ اور وہ خلفاء خالص میری عبادت کرنے والے ہوں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور ان کو خلافت دینے کے بعد جو لوگ ان کو تسلیم نہیں کریں گے اور اس نعمت خلافت کی ناشکری کریں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہوں گے۔ اور شیعہ عقیدہ کے تحت اگر یہ تینوں خلفائے راشدین العیاذ باللہ ظالم و فاسق قرار دیئے جائیں تو پھر یہ آیت کسی طرح بھی صحیح ثابت نہیں ہو سکتی اور اس سے

مراد صرف حضرت علی بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ حسب اعتقاد شیعہ وہ اپنے دور خلافت میں بھی اقامت دین نہیں کر سکے اور خلفائے ثلثہ کی بدعات نماز تراویح وغیرہ کو ختم نہیں کر سکے۔ نہ ہی متعہ کو حلال قرار دے سکے۔ ملاحظہ ہو فروع کافی جلد ۲ کتاب الروضہ ص ۲۹، ۳۰) اور نہ ہی شیعہ مذہب کی اذان و نماز کا انتظام کر سکے۔ چنانچہ شیعوں کے شہید ثالث (جن کو جہانگیر بادشاہ نے قتل کرا دیا تھا) قاضی نور اللہ شوستری صاف طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ:

والحاصل ان امر الخلافة ماوصل اليه الا بالاسم دون المعنى

(احقاق الحق): اور حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو خلافت برائے نام پہنچی تھی نہ کہ از روئے معنی و حقیقت۔

اور خود ماتمی مجتہد نے بھی یہ اعتراف کیا ہے کہ مؤلف کے بزرگوں کی وجہ سے نہ آنجناب کو ثبات قدم حاصل ہوا۔ نہ وہ موعودہ اصلاحات کر سکے (۴۲۲)

اور حضرت علی کے ماسوا دیگر اماموں کے لیے یہ وعدہ اس لیے صحیح نہیں ہو سکتا کہ ان کو دینی قوت و اقتدار ہی نہیں ملا اور امام حسن رضی اللہ عنہ کو چھ ماہ تک خلیفہ رہے لیکن آخر آپ نے بھی خلافت چھوڑ کر حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ مصالحت کر کے ان کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ اور بارہویں امام حضرت مہدی تو صدیوں سے چھپے ہوئے ہیں۔ اور آخری زمانہ میں ان کی خلافت گو کامل و غالب ہوگی لیکن اس کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے۔ اس آیت استخلاف سے امام مہدی کی خلافت مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ رسول اللہ کے زمانہ کے مومنین میں سے نہیں۔ جن کے متعلق وعدہ ہے۔ اور سورۃ الحج کی آیت تمکین میں دور رسالت کے مہاجرین کو تمکین و غلبہ دین عطا فرمانے کی پیشگوئی ہے اور حضرت مہدی ان مہاجرین میں سے بھی نہیں ہیں اور یہ بھی بالکل غیر معقول نظریہ ہے کہ حضور خاتم النبیینؐ کے بعد تو دینی غلبہ و اقتدار اصحاب رسول کو بھی حاصل نہ ہوا اور نہ ہی اب تک مابعد کی امت کو یہ نصیب ہوا اور اگر غلبہ دین نصیب ہو تو اصحاب امام مہدی کو اس آخری زمانہ میں جب دنیا کا خاتمہ ہونے والا ہو اور پھر یہ بھی عجیب بات ہے کہ تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی کے

مذکورہ حوالہ میں امام محمد باقر اور امام زین العابدین کی طرف یہ منسوب کر دیا گیا ہے کہ آیت تمکین اور آیت استخلاف میں جس دینی غلبہ کا ذکر ہے وہ آخری زمانہ میں اصحاب مہدی کو ملے گا۔ گویا کہ اصحاب مہدی تو اللہ تعالیٰ کی نصرت کے مستحق ہیں لیکن اصحاب محمدؐ نصرت خداوندی اور غلبہ دین کے مستحق نہیں تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک مذہب اہل سنت نہ تسلیم کیا جائے مندرجہ زیر بحث آیات صحیح ہی ثابت نہیں ہوسکتیں اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ برحق خلیفہ تسلیم کیے جاسکتے ہیں۔

شیعہ تفاسیر واحادیث

ماتمی مجتہد اگر علمی دیانت سے کام لیتے تو ان کو شیعہ مذہب کی تفاسیر واحادیث سے ہی اس بات کا ثبوت مل جاتا کہ آیت استخلاف سے مراد خلفائے ثلثہ کی برحق خلافت ہے۔ چنانچہ

① جب جہاد فارس کے لیے حضرت عمر فاروقؓ نے خود جانے کا ارادہ فرمایا اور اس بارے میں حضرت علی المرتضیٰ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا:

ان هذا الامرلم يكن نصره ولا خذلانه بكثرة ولا قلة وهودين الله الذى اظهره وجنده الذى اعده وامده حتى بلغ ما بلغ وطلع حيث طلع ونحن على موعود من الله والله منجز وعده ناصر جنده۔ (نہج البلاغۃ ص ۱۹۷ مطبوعہ طہران)

ترجمہ: ''بیشک اس دین کی فتح وشکست کثرت اور قلت پر موقوف نہیں ہے۔ اور وہ اللہ کا دین ہے جس کو اس نے غالب کیا ہے اور یہ اللہ کا لشکر ہے جس کو اللہ نے ہی تیار کیا ہے اور اس کو طاقت دی ہے۔ حتیٰ کہ وہ پہنچا جہاں تک پہنچا اور پھیلا جہاں تک پھیلا اور ہم اللہ کی طرف سے وعدہ پر ہیں اور اللہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کو مدد دینے والا ہے۔''

حضرت علی المرتضٰی نے یہاں جس اللہ کے وعدے کا ذکر فرمایا ہے اس سے مراد وہی وعدۂ خلافت اور غلبۂ دین ہے جو سورۃ النور کی آیت استخلاف میں وعداللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت کے الفاظ میں مذکور ہے۔ چنانچہ نہج البلاغہ کے شیعہ شارح علامہ ابن میسم بحرانی حضرت علیؓ کے اس ارشاد کی شرح میں لکھتے ہیں:

وعدنا بموعود وهو النصروالغلبة والاستخلاف فی الارض كما قال وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصلحت ليستخلفنهم فی الارض (اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور وہ مدد، غلبہ اور زمین کی خلافت کا وعدہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصلحت.

کیا ماتمی مجتہد ڈھکو صاحب نے نہج البلاغہ میں حضرت علی کا یہ ارشاد اور علامہ ابن میسم بحرانی کی شرح کے یہ الفاظ نہیں پڑھے تھے۔ کیا اب بھی وہ کہہ سکتے ہیں کہ اس آیت میں لغوی خلافت مراد ہے نہ کہ اصطلاحی؟ حضرت علی کے اس ارشاد اور علامہ بحرانی کی اس تشریح سے آپ کا یہ معاندانہ نظریہ (تجلیات ص ۹۵) بھی باطل ہوگیا کہ ثلثہ کی فتوحات نے اسلام کو بدنام کیا۔ کیونکہ حضرت فاروقؓ کے لشکر کو حضرت علیؓ اللہ کا لشکر قرار دے رہے ہیں۔ اور ان کے غلبہ اور فتوحات کو حق تعالیٰ کی خصوصی نصرت کا نتیجہ فرما رہے ہیں۔ باوجود اس کے آپ کا یہ ریمارک اس امر کی دلیل ہے کہ آپ بھی مثل یہود اور نصاریٰ اور دوسری مغلوب کافر قوموں کے اصحاب ثلثہ کی شاندار اسلامی فتوحات کی وجہ سے غیظ وغضب میں مبتلا ہیں اور اعلان خداوندی لیغیظ بهم الكفار کا مصداق بن رہے ہیں۔ خلفائے ثلثہ کی اسلامی فتوحات کا جو نقشہ مولانا حالی، علامہ اقبال اور حفیظ جالندھری نے اپنے اشعار میں کھینچا ہے وہ ''بشارت الدارین'' میں درج کر دیا ہے۔ قارئین وہاں دیکھ لیں۔

② جہاد روم کے لیے جب حضرت فاروق اعظم نے حضرت علی المرتضٰی سے مشورہ لیا تو آپ نے جو ارشاد فرمایا وہ بھی نہج البلاغہ منقول ہے۔ جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے:

قد توکل الله لاهل هذا الذین باعزاز الحوزة وستر العورة.

(نہج البلاغہ ص ۱۸۷ مطبوعہ تہران)

یعنی اس دین والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذمہ داری لی ہے ان کی جماعت کو غالب کرنے اور ان کی کمزوری کو چھپانے کی۔

اس کے تحت بھی علامہ ابن میسم بحرانی لکھتے ہیں۔

وهذا الحکم من قوله وعد الله الذین آمنوا وعملوا الصلحت

یعنی حضرت علیؓ کا یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ سے ماخوذ ہے جو اس آیت میں ہے۔ وعداللہ الذین آمنوا الخ

④ شیعوں کی تفسیر صافی میں ہے:

وعن الباقر ولقد قال الله فی کتابه لولاة الامرمن بعد محمد خاصة وعد الله الذین آمنوا منکم الخ۔

امام محمد باقر سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خاص کر ان والیان حکومت سے وعدہ فرمایا ہے جو رسول اللہ کے بعد ہوئے ہیں۔

④ شیعوں کے رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے مکی زندگی میں قریش کو دعوت اسلام دیتے ہوئے فرمایا۔

اے گروہ قریش واے طوائف عرب شمارا می خوانم بسوئے شہادت بوحدانیت خدا و ایمان آوردن بہ پیغمبری من وامر میکنم شمارا کہ ترک کنید بت پرستی راواجابت نمائید مرادران چہ شمارا بآں مے خوانم تا بادشاہان عرب گردید و گروہ عجم شہار افرمانبرداراں گردند ودر بہشت بادشاہان باشید (حیات القلوب جلد دوم ص ۲۵۵)

اے گروہ قریش اور اے قبائل عرب تم کو میں خداوند عالم کی وحدانیت اور اپنی پیغمبری پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ اور تم کو حکم دیتا ہوں کہ بت پرستی کو چھوڑ دو اور جس کام کی طرف میں بلاتا ہوں اس کو مان لو تا کہ تم عرب کے بادشاہ

بن جاؤ اور عجمی لوگ بھی تمہارے فرمانبردار ہو جائیں۔ اور بہشت میں بھی تم بادشاہ ہو جاؤ۔

اس روایت سے بھی صاف ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ کی اس پیشگوئی کے تحت جن قریش کو عرب وعجم کی بادشاہت ملے گی یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہوگا اور آخرت میں بھی وہ جنت میں بادشاہ ہوں گے۔ فرمایئے کیا اس پیشگوئی کا مصداق خلفائے ثلثہ نہیں ہیں؟ جن کو حضورؐ کے بعد عرب وعجم کی حکومت اور بادشاہت ملی اور انہی کو جنت کی بادشاہت کی بھی بشارت ملی ہے۔ کیا اب بھی ڈھکوصاحب جیسے محروم از عقل وانصاف مجتہد یہی رٹ لگاتے رہیں گے کہ ملکی فتوحات اصحاب ثلثہ رضی اللہ عنہم کی حقانیت کی دلیل نہیں ہیں اور یہ کہ ان حضرات کی فتوحات نے اسلام کو بدنام کیا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت نماز

نبی کریم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت میں باارشاد نبوی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں سترہ نمازیں پڑھائی ہیں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی مزاحمت نہیں فرمائی (ثبوت کے لیے ملاحظہ ہو، طبقات ابن سعد حصہ دوئم، مترجم ص ۳۲۷، ۳۲۶، تاریخ کامل ابن اثیر مترجم جلد اول ص ۵۲۴، تاریخ ابن خلدون مترجم بخاری شریف، باب مرض النبیؐ اور مسند امام احمد بن حنبل ج ۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اقتداء

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں حضرت علی المرتضیٰ نمازیں پڑھتے رہے چنانچہ شیعہ مذہب کی مشہور اور معتبر کتاب احتجاج طبرسی میں ہے۔ ثم قام وتهيا للصلوة وحضر المسجد وصلى خلف ابى بكر.[1]

---

[1] پھر آپ اٹھے اور نماز کی تیاری فرمائی اور مسجد پہنچے اور ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ رشیدی

ماتمی مجتہد کا احمقانہ چیلنج

جناب والد صاحب مرحوم نے خلفائے ثلثہؓ کے برحق ہونے کی ایک یہ بھی دلیل دی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں تو اس کے جواب میں ماتمی مجتہد لکھتے ہیں:

> اگر کسی سنی یا شیعی روایت سے یہ ثابت کر دیں کہ اقتداء کی نیت کی تھی تو ہم منہ مانگا انعام دینے کے لیے تیار ہیں۔ صرف خلف یا ورآء وغیرہ سے کام نہیں چلے گا۔ اس طرح نماز تو خلف الجدار اور وراء الاسطوانہ بھی ہوتی رہتی ہے۔ کوئی ہے انعام کا خواہشمند؟ (تجلیات ص ۷۵)

الجواب

① احتجاج طبرسی کی جو روایت ہم نے لکھی ہے۔ اس میں خلف ابی بکر کے الفاظ ہیں یعنی ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ہمارے لیے تو یہی دلیل کافی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کی نیت بھی کی ہوگی ورنہ اگر انہوں نے اپنی نماز سوائے اقتدائے ابی بکر کے پڑھی ہوتی تو بجائے اس کے کہ نماز کی صف میں دیگر نمازیوں کی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑے ہوں آپ کسی دیوار یا اسطوانہ (ستون) کے پیچھے کھڑے ہو جاتے کیا حضرت علیؓ دیوار، ستون اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ وقت کے درمیان فرق نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نیت قلبی کا حال تو خدائے علیم بذات الصدور ہی جانتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسی عظیم شخصیت کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی نیت اقتداء ہی کی ہوتی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول کی نیت کے متعلق فرمایا ہے یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا (سورۃ الفتح) کہ وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بے دلی سے مجبوراً نمازیں پڑھی ہیں جس کو شیعہ مذہب میں تقیہ کہتے ہیں تو آپ کی نمازیں ساری ضائع ہوگئیں۔ کیونکہ یہ نمازیں انہوں نے خدا کی رضا کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نہیں پڑھیں بلکہ خوف کی بناء پر پڑھی ہیں۔ لہٰذا ماتمی مجتہد صاحب کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نیت قلبی کے ثبوت کے لیے چیلنج کرنا ان کی انتہائی حماقت و جہالت کی دلیل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خلافت کی بیعت بھی کی ہے۔ چنانچہ فروع کافی جلد ثالث کتابت الروضہ میں ہے:

فلذلك كتم علی علیه السلام امره وبایع مكرهاً حیث لم یجد اعواناً۔

پس اسی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے امر خلافت کو چھپایا اور آپ نے مجبور ہو کر بیعت کر لی جب کہ آپ نے مددگار نہ پائے۔

اس کے جواب میں ماتمی مجتہد اپنا قیاس یہ پیش کرتے ہیں کہ اصطلاح بیعت کا مفہوم یہ ہے کہ:

بیعت کرنے والا اپنا دین و ایمان اور اپنے امور دنیا و دین اس شخص کے حوالے کر دیتا ہے جس کی بیعت کرتا ہے اور اس کے عوض اس سے جنت لیتا ہے۔ لیکن جو بزرگوار بمطابق فرمان رسول خود قسیم الجنة والنار ہو۔ جو خلافت کو بلاشرکت غیرے اپنا حق سمجھتا ہو اور جو ابوبکر کو گناہ گار خیانت کار۔ دروغ گو اور غدار سمجھتا ہو، اس کے متعلق ایک لحہ کے لیے کوئی بھی صحیح الدماغ آدمی یہ تصور کر سکتا ہے کہ وہ کسی کی بھی اور بالخصوص ابوبکر و عمر جیسے اشخاص کی بیعت کر لے۔ (تجلیات ص ۳۷۷)۔

الجواب

① حضرت مصنف آفتاب ہدایت نے تو فروع کافی میں سے یہ روایت پیش کی ہے جو حضرت امام محمد ❶ باقر سے مروی ہے اور اصول، فروع کافی وہ کتاب ہے جس کے بارے میں ماتمی مجتہد خود شافی ترجمہ کافی کے مقدمہ میں یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ الکافی کی روایات کو امام غائب حضرت مہدی کی رضائے سکوتی حاصل ہے۔

اس لیے اگر آپ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ابی بکر کو کوئی صحیح الدماغ آدمی تسلیم نہیں کر سکتا تو یہ اعتراض آپ کا امام محمد باقر اور امام غائب پر ہے۔ جنہوں نے اس کو تسلیم کر لیا ہے۔

(ب) جب شیعہ علماء ہی کا ایک دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی ہے خواہ بجبر و اکراہ ہی ہے تو کیا وہ شیعہ علماء آپ کے نزدیک صحیح الدماغ نہیں ہیں۔

(ج) اگر ماتمی مجتہد علم و فہم اور دیانت و صداقت سے کام لیں تو فروع کافی جیسی مذہبِ شیعہ کی اصح الکتب میں حضرت علی کی بیعت کا ثبوت ہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حقیقتاً خلیفہ برحق اور افضل الصحابہ مانتے تھے۔ ورنہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے امام برحق جبر و اکراہ کی وجہ سے خلفائے جور کی بیعت کر سکتے تھے تو پھر حضرت امام حسینؓ کے لیے بھی یزید کی بیعت کر لینا کوئی مشکل نہ تھا۔

② ماتمی مجتہد نے مصنف آفتاب ہدایت پر اعتراض کیا ہے کہ

---

❶ اور شیعوں کی مستند کتاب رجال کشی میں بھی امام باقر سے مروی ہے کہ حتیٰ جاوا بامیر المومنین (ع) مکرھا فبایع (ص ۱۲) حتیٰ کہ وہ امیر المومنین یعنی حضرت علی کو مجبور کر کے لائے پس انہوں نے بیعت کی۔"

شیعہ کا دوسرا قول یہ لکھ کر کہ حضرت علیؓ نے بخوشی بیعت کر لی۔ اس کی تائید میں فروع کافی کی مندرجہ روایت پیش کر دی ہے کہ فبایع مکرھا یعنی آپ نے مجبوری سے بیعت کر لی۔

گویا ان دونوں باتوں میں تضاد پایا جاتا ہے۔ (تجلیات ص ۳۷۶)

الجواب

① یہ تضاد خود فروع کافی کی اسی روایت میں پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس خطرہ کے تحت لوگوں کو حضرت ابوبکر کی بیعت سے نہیں روکا کہ وہ بالکل ہی اسلام کو نہ چھوڑ دیں اور پھر بتوں کی پوجا شروع کر دیں۔

وکان الاحب الیه ان یثنوھم علی ماصنعوا من ان یرتدوا عن جمیع الاسلام یعنی حضرت علی کو یہ بات بہت پسند تھی کہ وہ لوگوں کو حضرت ابوبکر کی بیعت پر قائم رہنے دیں بہ نسبت اس بات کے کہ وہ سارے اسلام کو ہی بالکل چھوڑ دیں۔

اس سے آگے یہ الفاظ ہیں:

فلذلک کتم علی علیه السلام امرہ اسی مصلحت کے تحت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت نہیں دی اور اپنے امر خلافت کو چھپا رکھا تا کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو اپنی بیعت کی طرف بلائیں اور وہ انکار کر دیں تو پھر اسلام سے بالکل خارج ہو جائیں گے۔

تو فرمایئے جب اس مصلحت کی بنا پر آپ کو یہ زیادہ پسند تھا کہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے رہیں تو کیا اس مصلحت کے تحت اس میں آپ کی خوشی اور رضا ثابت نہیں ہو جاتی۔ اور اسی مصلحت کے تحت آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کر لی تھی؟

اب یہ تو امام محمد باقر سے پوچھئے کہ اس مصلحت کے بیان فرمانے کے بعد یہ کیوں

فرمایا کہ ''حضرت علی نے مجبوری سے بیعت کرلی جبکہ انہوں نے مددگار نہیں پائے''
حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب خود ہی تضادات کا مجموعہ ہے۔

② مذہب شیعہ کی احادیث کا یہ حال ہے کہ ان کا سب سے بڑا راوی زرارہ ہے اور آفتاب ہدایت میں یہ لکھا ہے کہ

زرارہ کو خود امام جعفر صادق یہود و نصاریٰ سے زیادہ برا کہتے تھے (بحوالہ رجال کشی) اور اس زرارہ نے امام محمد باقر کو بڈھا بے علم کہا تھا۔

(اصول کافی ص ۵۵۷)

اسی طرح دوسرے مشہور راوی بھی ہیں تو اس کے جواب میں ماتمی مجتہد فرماتے ہیں کہ:

حقیقت یہ ہے کہ زرارہ بڑے جلیل القدر و عظیم المرتبت بزرگوار ہیں ائمہ اطہار کی نظر اشرف میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔

ان کا ارشاد ہے کہ

اگر زرارہ اور اس جیسے راویان اخبار نہ ہوتے تو آثار نبوت مٹ جاتے۔

(رجال کشی ص ۱۱۳)

جس دور میں امام عالی مقام موجود تھے وہ ایسا نازک دور تھا کہ جو شخص آل رسول سے محبت و اخلاص میں مشہور ہو جاتا اسے حکومت وقت کے عتاب و عقاب کا شکار ہونا پڑتا۔ اس لیے حکماء اسلام یعنی آئمہ اہل بیت علیہم السلام ایسے لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کی خاطر عام لوگوں میں بیٹھ کر مذمت فرما دیتے تاکہ حکومت یہ سمجھے کہ یہ اشخاص ائمہ کے منظور نظر نہیں ہیں۔ چنانچہ یہی جواب امام جعفر صادق کی زبانی منقول ہے۔ امام علیہ السلام زرارہ کے فرزند عبداللہ سے فرماتے ہیں۔ اپنے والد (زرارہ) کو میرا اسلام پہنچانا اور ان سے کہنا کہ میں جو بعض اوقات تیری عیب جوئی کرتا ہوں تو یہ سب کچھ تیرے دفاع کی خاطر.....
معلوم ہوا کہ یہ مذمت اس اہم مصلحت کے پیش نظر ہے۔ (تجلیات ص ۵۲۰)

الجواب

① ماتمی مجتہد نے جو توجیہہ کی ہے اور جس جواب کو امام جعفر صادق کی طرف منسوب کیا گیا ہے یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ اور اسی سے شیعہ مذہب بے نقاب ہو جاتا ہے کہ جب امام معصوم خود اس زرارہ کو یہود و نصاریٰ سے برا فرماتے ہیں جس کو ماتمی مجتہد بڑا جلیل القدر اور عظیم المرتبت وغیرہ مان رہے ہیں۔ تو پھر امام کے قول و فعل کا کیا اعتبار رہ جاتا ہے۔ اس کی کیا دلیل ہوگی کہ جس کو امام معصوم اچھا کہہ رہے ہیں وہ حقیقتاً اچھا ہے اور جس کو برا کہہ رہے ہیں وہ حقیقتاً برا نہیں۔ تو پھر شیعہ کی کسی حدیث پر کیونکہ اعتماد ہو سکتا ہے جس کے امام اور راوی ایسے ہوں۔ اور اگر ماتمی مجتہد نے ایسے معصوم اماموں کی پیروی کرنی ہے تو ان کے قول و فعل کا کیا اعتماد ہو سکتا ہے اور اس کتاب تجلیات کا کیا اعتبار رہ جاتا ہے جس کی ہر بات میں یہ احتمال ہے کہ ماتمی مجتہد اپنے اعتقاد کے خلاف یہ لکھ رہے ہیں۔ اور ہم نے سابق اوراق میں آپ کے کذب و فریب کا کچھ نمونہ پیش بھی کر دیا ہے۔ اور اسی طریق کار کو شیعہ مذہب میں تقیہ کے عظیم نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پوزیشن

ماتمی مجتہد حضرت علی المرتضیٰ کو معصوم بھی مانتے ہیں اور شجاع و بہادر بھی اور یہ بھی ان کا دعویٰ ہے کہ غدیر خم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ سے زائد صحابہ کے سامنے آپ کی خلافت بلافصل کی رسم تاجپوشی بھی ادا فرمائی تھی اور **لافتیٰ الا علی** اور **لا سیف الا ذوالفقار** تو عموماً شیعوں کے ورد زباں رہتا ہے۔ لیکن اس عظمت مقام کے باوجود وہ حضرت علی المرتضیٰ کی کمزوری اور مغلوبیت کی یہ تصویر پیش کرتے ہیں کہ:

① حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''پہلوئے فاطمہ پر دروازہ گرایا جس سے شہزادہ محسن کی شہادت واقع ہوگئی'' (تجلیات ص ۱۷۴)

② بیعت والے دن عمرؓ نے جناب فاطمہ کے بطن اقدس پر ضرب لگائی جس

سے محسن شہید ہوگیا وہ اس دن چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ گھر کو گھر والوں سمیت جلا دو۔ حالانکہ اس گھر میں سوائے علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کے اور کوئی موجود نہ تھا (تجلیات ص ۴۴۶)

یہ تو شیر خدا کے سامنے خاتون جنت کا حال ہوا۔ العیاذ باللہ۔ اب خود حضرت علیؓ کا حال سنیے۔

③ اس طرح جناب امیر کے گلے میں کپڑا وغیرہ ڈال کر زبردستی کشاں کشاں بیعت کی طرف لے جانا: (الامامۃ والسیاسۃ) ص ۱۴ شرح نہج البلاغۃ حدیدی ۲ ص ۲۷ پر مذکور ہے۔ (تجلیات ص ۴۴۶)۔

④ ماتمی مجتہد لکھتے ہیں:

تاریخی حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت لینے کے لیے جبر و اکراہ کے ساتھ حضرت امیر کو دربار خلافت میں لانے کے واقعات اس قدر مشہور و مسلم تھے کہ معاویہ اپنے بعض خطوط میں جناب امیر کو طعنہ دیتے ہوئے لکھتا ہے **تقاد کما یقاد الجمل المخشوش حتیٰ تبایع** (تمہیں دربار خلافت میں یوں پکڑ جکڑ کر لایا جاتا تھا جس طرح مست اونٹ کے ناک میں نکیل ڈال کر کھینچا جاتا ہے الخ۔

یہاں ماتمی مجتہد نے حتیٰ تبایع کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔ جس سے حضرت علی کا بیعت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ خواہ بالجبر ہی ہو۔ اور ماتمی مجتہد آخر میں لکھتے ہیں کہ

اگر بالفرض حضرت علی نے خلفائے ثلثہ کی بیعت کی بھی ہے تو وہ بہت ہی جبر و اکراہ اور ناخوشگوار واقعات کے بعد (تجلیات ص ۳۷۸)

لیکن یہ بالفرض کا معاملہ نہیں ہے جبکہ فروع کافی کی حدیث مذکور سے ثابت کر دیا گیا ہے۔ اور ماتمی مجتہد اپنے بیان کردہ اصول کے تحت اس کی تردید نہیں کر سکتے کیونکہ الکافی کی تمام روایات کو حضرت امام غائب کی رضائے سکوتی حاصل ہو چکی ہے۔

⑤ کتب شیعہ میں ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ پر ظلم کیا گیا اور حضرت علی المرتضیٰؓ نے آپ کی کچھ مدد نہ کی تو خاتون جنت نے آپ کو ان سخت الفاظ سے خطاب کیا۔

قالت لامیرالمومنین علیه السلام یا ابن طالب اشتملت شملة الجنین وقعدت حجرة الظنین (احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران ص ۵۹)

اور علامہ باقر مجلسی نے اس روایت کا ترجمہ حق الیقین میں یہ لکھا ہے:

خطا بہائے درشت با سیدا وصیا نمود کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائنان در خانہ گریختہ بعد ازاں کہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب ایناں گردیدۂ (حضرت فاطمہ نے سیدا وصیاء حضرت علی کو سخت الفاظ سے خطاب کیا کہ جنین یعنی ماں کے پیٹ کے بچہ کی طرح تو چھپ گیا ہے اور خائنوں کی طرح گھر میں گھس گیا ہے۔ بعد اس کے کہ تو نے زمانہ کے بہادروں کو ہلاک کیا ہے اب تو ان سے مغلوب ہو گیا ہے۔

ہمارا سوال

① جب علمائے اہل سنت شیعوں کو الزام دیتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی موجودگی میں حضرت خاتون جنت کی یہ بے حرمتی کیوں ہونے دی اور اپنے گلے میں رسی ڈلوا کے کیوں اتنی کمزوری دکھلائی تو شیعہ علماء یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے سے یہ وصیت فرما دی تھی کہ خواہ آپ پر کتنا ہی ظلم کیا جائے آپ نے بہر حال صبر کرنا ہوگا۔ تو یہاں ہمارا سوال یہ ہے کہ

(۱) کیا حضرت فاطمہ الزہرا کو یہ وصیت معلوم نہیں تھی؟

اور اگر نہیں معلوم تھی تو کیوں؟ اور وصیت معلوم تھی تو پھر کیوں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اتنے توہین آمیز الفاظ سے خطاب کیا جبکہ آپ رسول خدا ﷺ کی وصیت پر عمل کر رہے تھے۔

(ب) شیعہ مذہب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی معصوم ہیں اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ بھی پھر ایک معصوم نے کیوں ایک معصوم کے خلاف ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ کیا امام معصوم کو ان الفاظ سے پکارنا شرعاً جائز ہے۔ یہاں شیعوں کے لیے کسی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی لیکن باوجود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اس قدر ناراضگی اور غضب کے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ دونوں کو معصوم مانتے ہیں مگر مسئلہ فدک میں اگر روایات میں آ گیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئیں تو آسمان سر پر اٹھا لیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہاں بھی حضرت صدیق اکبرؓ نے رسول خدا کی حدیث عدم توریث انبیاء پیش کی تھی۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اپنی زبان سے جواب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم کے خلاف کوئی ایسا توہین آمیز لفظ ثابت نہیں ہوتا۔ غضب فاطمہ کا ظہور تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بہت سخت ہوا ہے پھر حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے غضب کے پیش نظر شیعہ حضرت علیؓ کے کیوں مخالف نہیں ہوتے؟ جو حضرت خاتون جنت کے غضب کا باعث بنے ہیں۔

(۲) ذاکرین و علمائے شیعہ کی بیان کردہ جھوٹی روایات کے تحت عام شیعوں کو خلفائے ثلٰثہ کے خلاف اتنا غصہ آتا ہے کہ وہ ان حضرات کا نام بھی نہیں سن سکتے اور ان سنی علماء سے بھی سخت نفرت کرتے ہیں جو خلفائے ثلٰثہ کو برحق مانتے ہیں۔ تو ہمارا سوال یہ ہے کہ بالفرض ایسے غیور اور جری شیعہ نوجوان کے سامنے اگر خدانخواستہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی اس قدر بے حرمتی ہوتی تو کیا وہ بھی اسی طرح صبر کر لیتے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تصویر اس موقعہ پر پیش کی جاتی ہے یا اگر ان کے سامنے کوئی دشمن ان کی مستورات کی اس طرح بے حرمتی کرے تو کیا خاموش رہ کر اس طرح صبر کر سکتے ہیں؟ بہرحال شیعوں نے خلفائے ثلٰثہ اور اکثریت صحابہ رضی اللہ عنہم کو اگر غاصب و ظالم قرار دیا ہے تو حضرات اہل بیت کا بھی وہ نقشہ کھینچا ہے کہ اس سے شیر خدا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی مخصوص غیرت و شجاعت کی کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ حیثیت بھی باقی نہیں رہتی۔ اور سوائے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے باقی تمام ائمہ کی مقدس زندگیاں بھی تقیہ نامرضیہ کے تاریک

پردوں میں چھپی ہوئی نظر آتی ہیں۔ تو امت محمدیہ ﷺ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ حضور خاتم النبیین رحمت للعالمین ﷺ کے تمام اصحاب میں سے کس کی پیروی کو غلبہ دین کا ذریعہ بنائے اور کیوں بنائے؟ اس اسلام اور نبی آخر الزماں ﷺ کو ماننے کا العیاذ باللہ امت کو کیا فائدہ جنہوں نے دورِ رسالت میں چند کامل اور غالب شخصیتیں بھی پیدا نہیں کیں؟

نہ سمجھو گے تو پھر سمجھو گے تم یہ داستاں کب تک؟

ماتمی مجتہد کی مزید جہالتیں اور خیانتیں

ماتمی مجتہد حضرت ابوبکرؓ صدیق، حضرت عمرؓ فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ سے اس قدر شدید بغض وعناد رکھتے ہیں کہ انہوں نے بعض ناقابل انکار واقعات کا بھی سرے سے انکار کر دیا ہے جن سے ان حضرات کی کوئی نہ کوئی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ

> رسول اللہ خود حضرت ابوبکر کو اپنے ہمراہ نہیں لے گئے تھے بلکہ آپ بعد میں حضور سے جا ملے تھے۔ آنجناب تو بامر الٰہی اپنے برادر خورد حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلا کر تنہا اس مہم پر روانہ ہوئے مگر جب ابوبکر کو کسی طرح آپ کے اس سفر کی اطلاع ہوئی تو خدا معلوم کس مقصد سے راستہ میں آنحضرتؐ سے جا ملے اور ہمراہ چلنے کی خواہش ظاہر کی اور آنحضرت نے خواہ افشائے راز کے خوف سے یا کسی اور مصلحت سے ان کو واپس نہ لوٹایا بلکہ ہمراہ رکھا الخ۔ (تجلیات ص ۱۱۷)

الجواب

(۱) ہم پوچھتے ہیں کہ جب یہ سفر ہجرت رسول پاک ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان راز تھا۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کا جانا پھر غار ثور کی سمت جانا کیونکر معلوم ہوا؟

(ب) اور اگر ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا جیسا کہ ماتمی مجتہد یہ لکھ رہے ہیں تو

پھر سوال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس راز کا افشاء اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے دشمن کے سامنے کیوں کیا؟

(ج) بالفرض اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے دل سے دشمن تھے تو آپ نے بجائے خود جانے کے ابوجہل اور اس کی پارٹی کو کیوں نہ بتا دیا کہ حضور فلاں سمت کو تشریف لے گئے ہیں؟ اور پھر باوجود دشمنی کے آنحضرت ﷺ نے نہ صرف غار ثور تک بلکہ مدینہ منورہ تک آپ کو اپنے ہمراہ رکھا اور بالفرض اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بعد میں بھی راستہ میں آنحضرت ﷺ سے جا ملے ہوں پھر حضور ﷺ کا آپ کو مدینہ منورہ تک اپنے ہمراہ رکھنا وغیرہ یہ سب واقعات اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ عاشق صادق تھے اور اصحاب مکہ میں سے سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کو آپ کی وفا شعاری اور بہادری پر اعتماد تھا۔ اور صحیح بات یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود تشریف لے جا کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لیا تھا۔ چنانچہ حسب ذیل کتب سیرت و تاریخ سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

① سیرت النبی مولفہ علامہ شبلی نعمانی میں ہے:

حضرت ابوبکر سے پہلے سے قرارداد ہو چکی تھی۔ دونوں صاحب پہلے جبل ثور کے غار میں جا کر پوشیدہ ہوئے۔ (جلد اول ص ۲۷۱)

② رحمت للعالمین مولفہ قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری میں ہے۔

خدا کا نبی پیارے دوست ابوبکر کے گھر پہنچا اسی شب کی تاریکی میں دونوں بزرگوار چل پڑے..... ابوبکرؓ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔

③ طبقات ابن سعد مترجم جلد اول ص ۳۲۸ میں ہے:

رسول اللہ ابوبکر کے مکان پر چلے گئے۔ رات اسی میں رہے پھر آپ اور ابوبکر نکلے اور غار ثور کو روانہ ہو گئے۔

④ تاریخ طبری مترجم حصہ اول (ص ۱۳۴) میں ہے جب آپ نے روانگی کا پورا

ارادہ کرلیا تو آپ ابوبکر بن ابی قحافہ کے پاس آئے اور یہاں سے دونوں ایک روشن دان میں سے جو ابوبکر کے گھر کی پشت پر تھا نکل کر جبل ثور کے غار کی طرف چلے۔

(۵) امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:

ذکروا ان قریشا ومن بمکة من المشرکین تعاقدوا علی قتل رسول الله صلی الله علیه وسلم فنزل۔ اذ یمکربك الذین کفروا۔ فامره الله تعالیٰ ان یخرج هووابوبکر اول اللیل الی الغار الخ۔

بیان کرتے ہیں کہ قریش اور مشرکین مکہ نے جب رسول اللہ ﷺ کے قتل کا فیصلہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ واذیمکربک الذین کفر واپس اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ رات کے پہلے حصے میں (گھر سے) نکل کر غار کی طرف جائیں۔

⑥ ماتمی مجتہد نے اپنی تائید میں تفسیر درمنثور کی ایک روایت پیش کی ہے لیکن وہ بھی ان کے لیے مفید نہیں کیونکہ اسی درمنثور جلد ۳ ص ۲۴۱ میں ہے:

واخرج ابن عساکر عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم وخرج ابوبکر رضی الله عنه معه لم یامن علی نفسه غیره حتی دخلا الغار۔

اور ابن عساکر نے حضرت علی بن ابی طالب سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ نکلے اور آپ کے ساتھ ابوبکرؓ بھی نکلے اور حضور سوائے ابوبکر کے اپنی ذات کے لیے کسی پر اعتماد نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ دونوں غار میں داخل ہوئے۔

(ب) اور درمنثور ہی میں ہے:

فلما راٰه ابوبکر رضی الله عنه انها قد حفیت حمله علی کاهله جب ابوبکر نے دیکھا کہ حضورؐ کے پاؤں زخمی ہوگئے ہیں تو آپ نے

حضور کو اپنے کندھے پر اٹھالیا۔

کیا ماتمی مجتہد نے درمنثور کی یہ دو روایتیں نہیں دیکھی تھیں؟

⑦ اور ماتمی مجتہد نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ازالۃ الخفاء کا جو حوالہ اپنی تائید میں پیش کیا ہے وہ بھی ہمارے مؤقف کی تائید میں ہے۔ چنانچہ ازالۃ الخفاء جلد دوم مترجم ص ۵۱۳ میں یہ الفاظ ہیں:

فلما خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم هاربا من اهل مكة خرج ليلاً فتبعه ابوبكر فجعل يمشى مرة امامه ومرة خلفه ومرة عن يمينه ومرة عن يساره الخ۔

جب رسول اللہ اہل مکہ سے بھاگ نکلے، تو رات کے وقت نکلے اور ابوبکر ان کے ساتھ ہوئے تو چلنا شروع کیا کبھی ان کے آگے چلنا شروع کر دیتے تھے اور کبھی ان کے پیچھے اور کبھی ان کے بائیں تو رسول اللہ نے ان سے فرمایا کہ اے ابوبکر یہ تم کیا کر رہے ہو۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ گھات لگانے والوں کا خیال آجاتا ہے تو میں آپ سے آگے ہو جاتا ہوں اور تعاقب کرنے والوں کا خیال آتا ہے تو آپ کے پیچھے ہوتا ہوں۔ الخ

(ترجمہ از امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ)

عبارت میں فتبعه ابوبكر کے الفاظ ہیں جس کا معنی ہے ابوبکر حضور کے پیچھے چلے اور لغت میں بھی تبعہ کا معنی کسی کے پیچھے پیچھے چلنا یا ساتھ چلنا آتا ہے (ملاحظہ ہو المنجد وغیرہ) لیکن ماتمی مجتہد نے اس کا مطلب بعد میں گھر سے چلنا نکال لیا۔ یہ ہے ان کی جہالت یا تلبیس۔

اور ازالۃ الخفاء کی روایت میں یہ بھی ہے:

فلما رأها ابوبكر رضى الله عنه انها قد حفيت حمله على كاهله الخ۔

''جب ابوبکرؓ نے اس حالت کو دیکھا کہ آپ کے دونوں پاؤں تھک چکے ہیں تو آپ کو اپنے کندھے پر سوار کیا۔''

⑧ آفتاب ہدایت میں حضرت مصنف نے شیعوں کی تفسیر امام حسن عسکری سے بھی یہ عبارت پیش کی ہے:

ان الله تعالیٰ اوحیٰ الیه یا محمد ان العلی الاعلیٰ یقرا علیك السلام ویقول لك ان اباجهل والملامن قریش قد دبّروا یریدون قتلك الیٰ ان قال وامرك ان تستصحب ابابکر الخ۔

''جبرائیل علیہ السلام رسول پر وحی لائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوجہل اور جماعت قریش نے تیرے قتل کرنے کی تدبیر کی ہے۔ آگے چل کر فرمایا اور خدا نے تجھے حکم دیا ہے کہ ابوبکر کو اپنا رفیق سفر بناؤ۔ الخ

اس میں چونکہ تصریح ہے کہ ابوبکر کو رفیق سفر بنانے کا اللہ تعالیٰ نے خود حضور کو حکم دیا تھا تو اس کے جواب میں ماتمی مجتہد لکھتے ہیں کہ:

اول یہ روایت مرسل ومجہول ہے۔ اور انت الصدیق کے دو معنی ہو سکتے ہیں دوسرے یہ کہ بطور تذلیل وتحکم ہے..... مطلب یہ کہ واقعتاً تو صدیق ہے یعنی تجھ جیسے ہی صدیق ہوتے ہیں۔

الجواب

① ماتمی مجتہد آفتاب ہدایت کے استدلات سے بالکل مبہوت نظر آتے ہیں اور وہ رسول پاک ﷺ کے اس صریح ارشاد مبارک کو کہ تو صدیق ہے: العیاذ باللہ ایک معمہ اور پہیلی قرار دے رہے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

گر ہمیں مجتہد و ہمیں مذہب
کار شیعہ تمام خواہد شد

آفتاب ہدایت میں مذہب شیعہ کی مشہور کتاب نظم حملہ حیدری کے اشعار بھی پیش کیے ہیں جن سے رسول اللہ کا حضرت ابوبکر کو خود ہمراہ لینا اور رات میں کندھوں پر اٹھانا مذکور ہے۔ اس کے جواب میں ماتمی مجتہد رقم طراز ہیں۔

> حملہ حیدری کا مؤلف و ناظم نہ محدثین شیعہ میں سے ہے اور نہ علماء مجتہدین میں سے بلکہ وہ صرف فردوسی کی طرح شیعی المذہب شاعر ہے۔ ظاہر ہے کہ شعرائے کرام کو علمی تحقیقات اور فنی موشگافیوں سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ (تجلیات ص ۱۲۰)

الجواب

① ماتمی مجتہد نہ قرآن سے مانیں اور نہ حدیث و سیرت سے نہ اصول کافی کی روایات قبول کریں نہ تفسیر قمی کی۔ تو حملہ حیدری کو وہ کیونکر قبول کر سکتے ہیں۔

اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی..... والا معاملہ ہے۔ بہرحال مذکورہ واقعات صحیح ہیں۔ ڈھکو صاحب مانیں یا نہ مانیں۔ آیت غار سے حضرت ابوبکرؓ کے جو خصوصی فضائل ثابت ہوتے ہیں ان کا ذکر ''بشارت الدارین'' میں آ گیا ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔

اسلامِ عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص دعا

آفتابِ ہدایت میں کتبِ شیعہ سے حضرت عمرؓ فاروق کے فضائل کے ثبوت میں یہ روایت پیش کی گئی تھی:

> روی العیاشی عن الباقر علیه السلام ان رسول الله صلی الله علیه وآله قال اللهم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب اوبابی جهل بن هشام۔ (بحوالہ بحارالانوار علامہ باقر مجلسی)

ترجمہ: مسعود عیاشی امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرتؐ نے

دعا فرمائی۔ اے خدا اسلام کو عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام کے اسلام لانے سے عزت بخش سو حضور کی دعا مستجاب ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کی کیفیت حملہ حیدری یوں لکھتا ہے الخ (آفتاب ہدایت ص ۸۵)

اس کے جواب میں ماتمی مجتہد لکھتے ہیں۔

اولاً یہ روایت مرسل ہے اور اعتقادی مقام میں ایسی روایات حجت نہیں ہیں۔ ثانیاً اس روایت میں عمر صاحب کو ابوجہل کا ہم پلہ اور ہمسر قرار دیا گیا ہے جس سے ان کی مذمت ہی ہوتی ہے نہ مدح، ثالثاً اس میں عمرؓ یا ابوجہل کے اسلام لانے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے بلکہ صرف ان کی وجہ سے اسلام کو تقویت پہنچانے کا ذکر ہے اور سابقہ اوراق میں کئی جگہ بالتفصیل یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ بعض اوقات خداوند حکیم اسلام کی نصرت و تائید فساق و فجار سے بھی کر دیتا ہے۔

(ملاحظہ ہو بخاری مع فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۱، الخ، تجلیات ص ۱۶۳)

الجواب

① امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہے۔

(ب) اس حدیث کا تعلق فضائل سے ہے نہ کہ عقائد سے۔

② جب آنحضرت ﷺ کی دعا سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایمان نصیب ہو گیا اور ابوجہل ہمیشہ کے لیے محروم رہا تو کیا آپ کے نزدیک ایمان و کفر اور مومن و کافر ہم پلہ ہیں؟

③ حضور رحمت للعلمین خاتم النبیین ﷺ نے جب ان دونوں میں سے ایک کے ذریعہ اسلام کو تقویت پہنچانے کے لیے دعا فرمائی تھی تو کیا ماتمی مجتہد کے نزدیک حضور ﷺ کی اس دعا مبارک کا یہ مطلب تھا کہ اے اللہ ان میں سے ایک کے ذریعہ اسلام کو غلبہ نصیب فرما لیکن وہ خود فاسق و فاجر ہی رہے؟ بلکہ بزعم ڈھکوسلہ خود مومن نہ بنے؟ کیا اس سے زیادہ بھی محبوبِ خدا کی دعائے خاص کی توہین ہو سکتی ہے؟ جس کا ارتکاب ماتمی مجتہد کر

رہے ہیں یہ صرف حضرت عمرؓ سے بغض وعناد کا اظہار نہیں ہے بلکہ آنحضرت ﷺ کی دعا اور حق تعالیٰ کی طرف سے اس کی قبولیت کا تمسخر اڑانا ہے۔ العیاذ باللہ

④ کسی فاسق وفاجر شخص سے دین اسلام کو تقویت پہنچانا یہ عام حالات میں ہے۔ اور زیر بحث مسئلہ رسول پاک ﷺ کی خاص دعا کے متعلق ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس شخصیت (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے ذریعہ اسلام کو طاقت وغلبہ نصیب ہوگا اس کا اپنا ایمان واسلام بھی اعلیٰ درجہ کا کامل اور مضبوط ہوگا۔

(۵) ماتمی مجتہد پانچویں وجہ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

کتب سنیہ سے ثابت ہے کہ جناب عمرؓ ایسے ڈرپوک اور کمزور تھے کہ اپنا دفاع بھی نہ کر سکتے تھے۔ (تجلیات ص ۱۶۴)

ماشاء اللہ کیا ہی عجیب وغریب عقل وفہم ہے۔ کوئی اس محروم العقل مجتہد سے پوچھے کہ جب پہلے یہ مان لیا ہے کہ جن کے حق میں حضور ﷺ کی دعا ہے (یعنی حضرت عمرؓ) ان کے ذریعہ دین اسلام کو طاقت ملے گی۔ تو اس سے کم از کم یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت عمرؓ بہت جری اور بہادر تھے۔ ورنہ ڈرپوک اور بزدل آدمی بھی کسی کی طاقت کا ذریعہ بن سکتا ہے؟ اور رحمت للعالمین ﷺ کے ان دعائیہ الفاظ نے ہی ماتمی مجتہد کے اس الزام کا ابطال کر دیا کہ:

اے کاش کہ یہ لوگ ملکی فتوحات حاصل نہ کرتے انہی لوگوں اور انہی کی ان مزعومہ فتوحات نے اسلام کو اغیار کی نظروں میں بدنام کیا الخ (تجلیات ص ۹۵)

ڈھکو صاحب کچھ تو ہوش سے کام لیں جب حضور ﷺ کی دعا کا نتیجہ ہی یہی ہے کہ حضرت عمر کے ذریعہ اسلام کو قوت حاصل ہوگی۔ تو کیا شوکت وقوت اسلام آپ کے نزدیک باعث بدنامی ہے؟ جن اغیار یعنی دشمنان اسلام نے خلفائے ثلٰثہ کی فتوحات پر طعن وتشنیع کی ہے اس کی وجہ تو یہ ہے کہ خلفائے ثلٰثہؓ بالخصوص حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دس سالہ دور خلافت میں روم وایران جیسی قدیم ومستحکم سلطنتوں کا خاتمہ ہوا اور قیصر وکسریٰ کے محلات پر اسلامی پرچم لہرایا گیا۔ آپ کیوں ان اسلامی فتوحات سے پیچ وتاب کھا رہے

ہیں۔ کیا آپ بھی تو ان اغیار کی فہرست میں شامل نہیں؟

⑥ اور اپنے عقیدہ کے تحت یہ بھی تو فرمائیں کہ جب حضرت علیؓ جیسے بہادر پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور وہ کامل الایمان بھی تھے۔ تو پھر اس دعا کی کیا ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ العیاذ باللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے غیر مخلص، بزدل اور ڈرپوک کے ذریعہ اسلام کو طاقت عطا فرمائے۔ کیا حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خداؓ ابتدائے اسلام سے ہی صرف گوشہ نشینی اور تقیہ کے ہیرو تھے۔ جو کسی طرح بھی قوت [1] اسلام کا ذریعہ نہیں بن سکتے تھے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر زندہ انسان کو جلا دینے کا الزام

ماتمی مجتہد نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ:

ابوبکر نے فجاعہ اسلمی کو آگ میں جلا دیا۔ حالانکہ شرعاً کسی کو آگ میں جلانا ممنوع ہے۔ (ص ۴۳۲)

الجواب

اس شرعی جرم کا ارتکاب تو حضرت علیؓ نے بھی کیا ہے چنانچہ شیعہ مذہب کی مستند کتاب ''رجال کشی'' میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ابن سبا یہودی کو آگ میں جلا دیا تھا جب کہ اس نے تین دن مہلت دینے کے باوجود توبہ نہ کی:

و استتابه ثلثة ايام فلم يتب فاحرقه بالنار (رجال کشی مطبوعہ کربلا ص ۹۸)

---

[1] طبقات ابن سعد حصہ سوم ص ۶۸ میں ہے: قاسم بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ عمرؓ کا اسلام فتح تھی ان کی ہجرت مدد تھی اور ان کی خلافت رحمت تھی۔ ہم نے اپنی وہ حالت دیکھی ہے کہ عمرؓ کے اسلام لانے تک ہم لوگ بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ جب عمرؓ اسلام لائے تو انہوں نے لوگوں سے جنگ کی۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم نے بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ماتحتی

آفتابِ ہدایت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسولِ خدا نے آپ کو امیر الحج مقرر فرمایا تھا اس کے جواب میں ماتمی مجتہد لکھتے ہیں:

اگر بفرض محال چند لمحات کے لیے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ امیر الحج تھے تو دو باتیں تو بہر حال غلط ہیں۔ ایک حضرت علیؓ کا ان کے ماتحت و مامور ہونا کیونکہ یہ بات نا قابل رد حقائق سے ثابت ہے کہ جناب امیر پوری حیاتِ رسول میں کبھی بھی کسی کے ماتحت نہیں رہے۔ (تجلیات ص ۳۹۰)

الجواب

① ماتمی مجتہد اسی بحث میں یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ:

وہ اہل سنت بھی جنہوں نے ابوبکر کا امیر حج ہونا لکھا ہے۔ انہوں نے بھی تصریح کی ہے کہ وہ صرف قافلہ سالار تھے۔ دوسرے کام اور لوگوں کے سپرد تھے۔ چنانچہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی ج ۱ ص ۱۳۴ طبع اول پر لکھا ہے۔

حضرت ابوبکر قافلہ سالار حضرت علی رضی اللہ عنہ نقیب اسلام اور حضرت سعد بن ابی وقاص، جابر، ابوہریرۃ وغیرہ معلم تھے۔ (بحوالہ بخاری)

تو جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بحکم رسول سفر حج کے قافلہ سالار تھے تو کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس قافلہ کے ایک فرد نہ تھے۔ اسی کا نام ماتحت ہونا ہے کیونکہ سارا قافلہ سالار کے ماتحت ہوتا ہے۔ امیر قافلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت سب صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے ماتحت تھے۔ خواہ کام ان کے جدا جدا سپرد کیے گئے ہوں۔

(۲) بارگاہ خداوندی میں نماز بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑی ہے۔ کیا مقتدی امام کے ماتحت نہیں ہوتا؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غائبانہ بیعت

مقام حدیبیہ میں بیعت رضوان میں شامل ہونے والے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول خدا کے دست مبارک میں اپنا ہاتھ دے کر حاضرانہ بیعت کی تھی جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے لیکن حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت مکہ مکرمہ میں تھے۔ اس لیے حضور نے اپنے دست مبارک کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر آپ کو غائبانہ اس بیعت میں شامل فرمایا۔ اور اس کی تائید میں آفتاب ہدایت میں حضرت مصنف نے شیعوں کی فروع کافی جلد ۳ ص ۱۵۱ کی یہ روایت پیش کی تھی:

وبایع رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وضرب باحدی یدیه علی الاخری لعثمان۔ وقال المسلمون طوبی لعثمان قد طاف بالبیت وسعی بین الصفا والمروة واحلّ۔ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ماکان لیفعل۔ فلما جاء عثمان قال له رسول الله اطفت بالبیت فقال ماکنت لاطوف بالبیت و رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لم یطف به۔

ترجمہ: ”رسول پاک نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا اور عثمان کی (غائبانہ) بیعت کی۔ مسلمان کہنے لگے زہے نصیب عثمان نے طواف کعبہ کیا اور مروہ کی سعی نصیب ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان ایسا نہیں کرے گا۔ پھر جب عثمان آئے تو حضور علیہ السلام نے دریافت کیا عثمان کیا تو نے طواف کعبہ کیا؟ عثمان نے کہا میں طواف کیسے کرتا حالانکہ رسول پاک نے طواف نہیں فرمایا۔ (آفتاب ہدایت)

اس کے جواب میں ماتمی مجتہد لکھتے ہیں:

اس طرح عثمان سفارت پر بھیجے گئے کہ ان کے کفار قریش سے اچھے تعلقات تھے۔

باقی رہا ان کے لیے آنحضرتؐ کا اپنے ہاتھ پر بیعت لینا تو بنا بر صحت روایت جو کہ خبر واحد ہے اور اعتقاد میں نا قابل اعتماد اس میں بھی ان کی ہرگز کوئی فضیلت نہیں۔ چونکہ آنحضرت کو باعلام اللہ علم تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنے دو مصاحبوں کی طرح اس بیعت پر قائم نہیں رہ سکیں گے اور آئندہ جنگوں سے راہ فرار اختیار کریں گے۔ اس لیے اگر ان کی طرف سے بیعت نہ ہوئی تو آئندہ ان کو یہ عذر کرنے کا موقعہ مل جاتا کہ انہوں نے فرار نہ کرنے کا عہد کیا ہی نہ تھا۔ اس لیے آنحضرتؐ نے اتمام حجت کرنے اور ان کے اس عذر کو قطع کرنے کے لیے اپنے ہاتھ پر ان کی طرف سے بیعت کر لی تا کہ وہ سب سے زیادہ پختہ ہو جائے۔ توڑنے والے کے لیے سب سے زیادہ باعث قابل غور لفظ با قرار پائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ نکث بیعت میں اپنے صاحبین کے ساتھ برابر شریک رہے۔ الخ (تجلیات ص ۸۸)

الجواب

① یہ روایت فروع کافی کی ہے جس کو بقول آپ کے امام غائب کی رضائے سکوتی حاصل ہے۔ اس لیے آپ کے لیے اس میں چون و چراں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

② آپ کا یہ لکھنا نری کم عقلی ہے اگر ان کی طرف سے بیعت نہ ہوتی تو آئندہ ان کو یہ عذر کرنے کا موقعہ مل جاتا کہ انہوں نے فرار نہ کرنے کا عہد کیا ہی نہ تھا۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود تو یہ بیعت نہیں کی۔ اس لیے اس صورت میں تو ان کے لیے عذر کرنے کا یہ زیادہ موقعہ ہے کہ میں نے تو بیعت کی ہی نہیں پھر توڑنے کا اس سے کیا تعلق ہے؟ کیا ماتمی مجتہد اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ بیعت اس پر لازم آتی ہے جو خود اپنے ارادہ سے کرتا ہے۔ اور یہاں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہی نہ تھا۔ تو فرمایئے اس غائبانہ بیعت کو آپ کس طرح اتمام حجت قرار دے سکتے ہیں؟

③ یہ ماتمی مجتہد کی بدبختی ہے کہ وہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو نا قابل

اعتماد قرار دے رہے ہیں۔ اس بیعت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ یا ان کی نیت کا کوئی دخل ہی نہیں ہے بلکہ اس میں صرف رسول خدا کی نیت اور دست مبارک کا دخل ہے۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بعد میں بیعت توڑنی تھی یا العیاذ باللہ توڑی ہے تو اس کا الزام تو سراسر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک بلکہ خود حضور کی ذات پر آتا ہے کیونکہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستانِ مبارک کا ہی باہمی عہد ہے نہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا۔

④ اگر بغضِ عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ماتمی مجتہد کی فہم و دیانت پر پردہ نہ پڑ گیا ہوتا تو وہ اس حقیقت کے قائل ہو جاتے کہ حضرت عثمانؓ کی اس غائبانہ بیعت کے ٹوٹنے کا تو احتمال ہی ختم ہو گیا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باعلام اللہ ہی یہ بیعت لی ہے۔ اور اس یقین کی بنا پر اپنے دست مبارک کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس بیعت کو توڑ ہی نہیں سکتے۔ اس لیے ماتمی مجتہد نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نہیں بلکہ خود محبوب خدا کے دست مبارک کی توہین کی ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

⑤ یہ اسی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غائبانہ بیعت ہے جو وفاء و عشق نبوی میں اتنے کامل ہیں کہ جب تک حضور کو طواف کعبہ کی اجازت نہیں ملی آپ نے باوجود قریش کی اجازت کے بھی طواف کعبہ کرنا پسند نہیں کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر شک فی النبوۃ کا بہتان

ماتمی مجتہد نے حضرت عمرؓ فاروق پر طعن کرتے ہوئے لکھا ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جناب عمر کا شک فی النبوت کرنا اور ان کا اظہار ان الفاظ میں کرنا ماشککت منذ اسلمت الا یومئذ کتب کثیرہ میں باسانید کثیرہ مروی ہے:

(ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور ج ۶ ص ۷۷ سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۲۷، تجلیات ص ۲۷)

الجواب

① ماتمی مجتہد نے درمنثور وغیرہ کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے نبوت میں شک ہونا ثابت ہوتا ہو۔ لہٰذا حضرت عمرؓ فاروق پر ان کا یہ ایک عظیم بہتان ہے کہ آپ نے نبوت میں شک کیا تھا۔ آفتاب ہدایت میں اس بہتان کے جواب میں یہ لکھا گیا ہے کہ ''ہم نے تو کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا'' مولانا عبدالشکور صاحب نے النجم میں اس کے متعلق شیعہ کو پانچ سو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا ہے کہ اگر کسی معتبر کتاب حدیث سے یہ قول دکھلا دیں اور سالہا سال سے امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کا یہ اعلان شائع ہے لیکن آج تک کوئی شیعہ عالم و مجتہد یہ الفاظ نہیں ثابت کر سکا کہ حضرت عمرؓ نے یہ کہا تھا کہ مجھ کو رسول اللہ کی نبوت میں شک ہو گیا تھا۔ اگر ماتمی مجتہد صاحب کے پاس کوئی مستند ثبوت ہے تو وہ کیوں نہیں پیش کرتے؟ جو عبارت انہوں نے لکھی ہے اس میں تو سرے سے نبوت کا لفظ ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجتہد موصوف نے اس عبارت کا ترجمہ نہیں لکھا تا کہ جھوٹ کا پول نہ کھل جائے۔

خدا نے تو معاف کر دیا لیکن ماتمی مجتہد؟

جنگِ اُحد میں جو صحابہ رضی اللہ عنہم میدان جنگ سے ہٹ گئے تھے اس کی مختلف وجوہ ہیں۔ جن کا ہم نے ''بشارت الدارین'' میں ذکر کر دیا ہے۔ اور جن اشخاص سے بھی یہ قصور ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کرنے کا قرآن مجید میں اعلان فرما دیا ہے۔

① ولقد عفا عنکم واللہ ذوفضل علی المومنین۔

''اور یقیناً خدا نے تم سے درگزر کی اور اللہ مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔''

ترجمہ مقبول

(ب) اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل

والے ہیں مسلمانوں پر (سورہ آل عمران ع ۱۶)۔

② ولقد عفا الله عنهم ان الله غفور حليم۔ (ایضاً ع ۱۶)

''اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑے حلم والے ہیں۔'' (مولانا تھانویؒ)

(ب) اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قصور سے درگزر کی۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بردبار ہے۔ (ترجمہ مولوی مقبول احمد دہلوی)

جب اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دینے کا اپنی قطعی وحی میں اعلان فرما دیا۔ تو اب کسی اہل ایمان کے لیے تو ان پر طعن کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہی لیکن بغض صحابہ نے ماتمی مجتہد کو پھر بھی بے قرار کر رکھا ہے اور وہ دل سے معاف کرنے کے لیے آمادہ نہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ

> یہ درست ہے کہ جنگ احد کے بھگوڑوں کو رب کریم کی بارگاہ سے معافی مل گئی تھی مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس معافی کا مطلب کیا ہے۔ ارباب عقل پر مخفی نہیں کہ حق تعالیٰ کے اس عفو کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں سزا نہیں دی۔ اس عفو سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ جرم فرار سے بھی بری کئے گئے۔ الخ (تجلیات ص ۹۱)

الجواب

① ارباب عقل اور اہل ایمان تو اعلان خداوندی کے بعد یہی سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے خوش نصیب صحابہ ہیں جن کو رب غفور نے معاف فرما دیا ہے۔ اب بھی اگر ان کو کوئی شخص اس قصور کی بنا پر محل طعن بنائے تو وہ ان کا نہیں بلکہ خدائے غفور و رحیم کا مقابلہ کر رہا ہے اور اس کو اس قرآن پر ایمان نصیب نہیں ہے۔

② قرآن کریم میں انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی ان کی شان عصمت کے باوجود

کسی لغزش کے صدور پر استغفار اور پھر حق تعالیٰ کا معاف فرما دینا مذکور ہے تو کیا ماتمی مجتہد ڈھکو صاحب ان انبیائے معصومین کے متعلق بھی دل میں وہی بغض وعناد چھپائے ہوئے ہیں جن کا اظہار انہوں نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں باوجود اعلانِ معافی کر دیا ہے؟

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

حدیث: ماسبقکم ابوبکر..... وقرفی قلبه کے معنی میں ماتمی مجتہد کی جہالت

حضرت صدیق اکبرؓ کے فضائل کا کتب شیعہ سے ثبوت پیش کرتے ہوئے ''آفتاب ہدایت'' میں لکھا ہے کہ:

کتاب مجالس المومنین مجلس سوم ص ۸۹ میں ہے کہ حضرت سلمانؓ فارسی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں صحابہ کی مجلس میں بیٹھ کر ہمیشہ یوں فرمایا کرتے تھے۔ ماسبقکم ابوبکر بصوم وصلوة ولکن بشئی وقرفی قلبه.

ترجمہ: ''ابوبکرؓ نے تم سے زیادہ نماز وروزہ ادا کرنے میں فوقیت حاصل نہیں کی بلکہ اس کے صدق وصفاء قلبی کی وجہ سے اس کی عزت وقار بڑھا ہے۔''

اس کے جواب میں ماتمی مصنف لکھتے ہیں کہ:

حسب عادت یہاں بھی مؤلف نے خیانت مجرمانہ سے کام لیا ہے اور روایت نقل کرنے میں تحریف لفظی ومعنوی کی ہے۔ لفظی اس طرح کہ ماقبل مابعد کو نظر انداز کر دیا ہے۔ دوسرے اس طرح کہ فی صدرہ کو فی قلبہ لکھا ہے۔ پوری روایت دیکھنے کے بعد ابوبکر کی بجائے فضیلت کے رذیلت ثابت ہوتی ہے۔ منقولہ بالا عبارت کا پہلا حصہ یوں ہے..... یعنی جناب نے ابوبکر کو مال وجاہ کا طمع دلایا یہاں کہ اسی لالچ میں آکر وہ مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ اس واقعہ کی طرف

اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے۔ ماسبقکم ابوبکر بصوم و صلوٰۃ ولکن بشئی وقر فی صدرہ۔ ومراد آنحضرتؐ یعنی آنحضرت کی مراد یہ تھی کہ ابوبکر کے سینہ میں حبِّ ریاست جاگزین ہے جس کی وجہ سے اسلام لایا ہے۔ ورنہ اس نے نماز روزہ کی ادائیگی میں تم لوگوں پر کوئی سبقت حاصل نہیں کی۔ اس سے ابوبکر کے سابق الاسلام ہونے والا نظریہ بھی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ اگر وہ سابق الاسلام ہوتا تو سابق فی الصوم والصلوٰۃ بھی ضرور ہوتا۔ اور معنوی تحریف اس طرح کی گئی ہے ولکن بشئی وقر فی صدرہ کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔ صحیح ترجمہ یوں ہے کہ ابوبکر نے نماز و روزہ ادا کرنے کی وجہ سے تم سے سبقت نہیں کی بلکہ بوجہ اس چیز کے سبقت کی ہے جو اس کے سینہ میں مرکوز ہے۔ لفظ قر یقر (مجرد) کی ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ جس کے معنی جاگزین ہونے کے ہیں۔ اسے باب تفعیل سے قرار دینا اور پھر اس کا صلہ فی بنانا کلام عربی سے اپنے نابلد ہونے کا ثبوت فراہم کرنے کے مترادف ہے اور پھر اس کا ترجمہ یوں کرنا بلکہ اس کے صدق وصفائے قلبی کی وجہ سے اس کی عزت و وقار بڑھا ہے۔ عجائبات روزگار میں سے ہے۔ (تجلیات ص ۱۴۸، ۱۴۷)

الجواب

① آفتاب ہدایت میں نہ لفظی تحریف کی گئی ہے اور نہ معنوی کیونکہ

(الف) ماقبل اور مابعد کی عبارت کو بخوف طوالت نہ لکھنے کو لفظی تحریف نہیں کہا جاتا۔ اس کو لفظی تحریف کہنا خود ماتمی مجتہد کی جہالت ہے۔

(ب) آفتاب ہدایت میں فی قلبہ کے الفاظ بھی غلط نہیں ہیں کیونکہ مجمع البحار میں جو روایت نقل کی گئی ہے اس میں بھی فی القلب ہے نہ کہ فی صدرہ۔

(ج) اور مجالس المومنین جو اردو ترجمہ شیعوں کے عمدۃ الفضلاء العظام مولانا سید محمد

بشیر صاحب نے لکھا ہے اس میں بھی انہوں نے دل کا لفظ لکھا ہے جو لفظ قلب کا ترجمہ ہے نہ کہ صدر کا۔

② اور تحریف معنوی ثابت کرنے کے لیے ماتمی مجتہد نے جو وقریقر (مجرد) کے باب سے استدلال کیا ہے وہ بھی ان کی جہالت پر مبنی ہے کیونکہ وقریقر (مجرد) کا مصدر اور اسم بھی وقار آتا ہے۔ چنانچہ لغت حدیث کی مشہور کتاب مجمع البحار میں بھی (جس کے حوالجات آپ نے بھی پیش کیے ہیں) اس حدیث کے الفاظ لکن بشئی وقرفی قلبه کے تحت لکھا ہے۔ ای سکن فیه وثبت من الوقار والحلم والرزانة وقریقروقارا (یعنی حضرت ابوبکرؓ کے دل میں ساکن اور ثابت ہوگیا۔ وقار، حلم اور بردباری یہ وقریقر وقاراً آتا ہے۔

(ب) مجمع البحار کی تشریح سے معلوم ہوا کہ حدیث میں وقر فعل لازم معروف مستعمل ہے نہ کہ متعدی مجہول۔ لہٰذا آپ کا اس کو فعل مجہول لکھنا غلط ہے۔ اور آپ نے خود یہ لکھا ہے جس کے معنی جاگزین ہونے کے ہیں یہ بھی اس کے فعل لازم معروف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ فرمایئے جاگزین ہونا لازم ہے یا متعدی؟ اب بتایئے کلام عربی سے نابلد آپ ہیں یا آفتاب ہدایت کے مصنف مولانا دبیر مرحوم جو عربی کے ادیب بھی تھے اور شاعر بھی۔ لیکن آپ تو محض خودرو مجتہد ہیں۔

(ج) مجالس المومنین کا جو ترجمہ شیعہ عالم مولانا محمد بشیر صاحب نے کیا ہے اس میں بھی انہوں نے وقار کا لفظ لکھا ہے۔

> اور ہمیشہ آپ اپنے اصحاب کے مجمع میں فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر نے تم پر روزہ ونماز کے سبب سے سبقت نہیں کی۔ اس کی سبقت بہ سبب ایک شے کے تھی جس کا وقار اس کے دل میں بیٹھ گیا تھا۔
>
> (مواقف المومنین) ترجمہ مجالس المومنین مطبوعہ آگرہ ص ۲۹۰)

③ حدیث کے الفاظ ماسبقکم میں حضرت ابوبکر کی سبقت سے مراد فضیلت میں

سبقت لے جانا ہے۔ چنانچہ مجمع البحار میں جو حدیث منقول ہے اس میں بجائے ماسبقکم کے لم یفضلکم کے الفاظ ہیں جس سے ثابت ہوگیا کہ حدیث زیر بحث میں سبقت سے مراد دوسرے صحابہ پر حضرت ابوبکرؓ کا فضیلت میں سبقت اور فوقیت حاصل کرنا ہے۔

اور آفتاب ہدایت میں بھی یہی معنی مراد لیا گیا ہے۔ لہٰذا ماتمی مجتہد کے سارے اعتراضات باطل ہوگئے اور ان کا علم و اجتہاد بالکل : قابل اعتبار ہوگیا۔ اور اس حدیث سے آپ کا یہ ثابت کرنا بھی کہ حضرت ابوبکر طمع اور لالچ کی وجہ سے اسلام لائے تھے باطل ہوگیا۔ اور یہ بھی تو ملحوظ رہے کہ حضرت ابوبکر تو خود اہل مکہ میں مالدار تھے اور رسول خدا اس وقت مالدار بھی نہ تھے۔ تو پھر حضور ان کو مال کا لالچ کیونکر دیتے؟ باقی رہا ریاست اور حکومت کا لالچ تو اس وقت کے حالات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ کیونکر یقین آسکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ نصیب ہوگا اور پھر وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ بنیں گے۔ اور بالفرض وہ ریاست وحکومت کے پیش نظر مسلمان ہوئے تھے تو حضور کے سچے رسول ہونے کی بنا پر ہی تو اس کا یقین آیا ہوگا تو اس صورت میں پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کامل الایمان ہونا ثابت ہوگیا۔ اور حضور کی پیشگوئی کے مطابق آپ ہی اول خلیفہ و جانشین رسول بنے۔ پھر حضرت ابوبکر کی خلافت راشدہ کے آپ کیوں منکر ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آپ کو نصیب ہوئی ہے؟

④ مجالس المومنین کی روایت کا ماقبل اور مابعد اپنے مضمون کے لحاظ سے خود ہی ایک اعجوبہ ہے لیکن یہاں مزید بحث کی گنجائش نہیں۔

حدیثِ قرطاس میں لفظ ھجر کی بحث

حضرت عمرؓ فاروق کے مطاعن میں شیعہ علماء عموماً حدیث قرطاس بھی پیش کیا کرتے ہیں۔ اور روایت کے لفظ ہجر معنی ہذیان کرکے یہ الزام دیتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے

حضور ﷺ کی طرف ہذیان کی نسبت کی ہے۔ اس کے جواب میں آفتاب ہدایت میں مفصل بحث موجود ہے جس میں لکھا ہے کہ:

نیز ہجر کا معنی ہذیان کرنا شیعوں کی ڈبل جہالت کی دلیل ہے۔ معنی عبارت یہ ہے کہ حضور کا کیا حال ہے۔ کیا آپ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں؟ آپ سے دریافت تو کرو؟ اگر ہجر کا معنی ہذیان کے کیے جائیں تو استفهموا کا معنی صحیح نہیں ہوسکتا الخ (آفتاب ہدایت)

اس کے جواب میں ماتمی مجتہد کتب لغت سے ہجر کا معنی ہذیان پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

مؤلف آفتاب نے بموجب ''زاد فی الطنبور نغمة'' کے ہجر کے جو معنی ہجرت کیے ہیں یہ ان کی ذاتی ذہنی اختراع ہے: یہ معنی لغات عرب میں مذکور نہیں ہیں۔ جب ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کے مطلب کو ادا کرنا ہو تو عربی زبان میں ھاجریھا جر از باب مفاعلہ استعمال ہوتا ہے نہ ھجر یھجر الخ (تجلیات ص ۴۴۰)

الجواب

① ماتمی مجتہد کی حالت قابل رحم ہے۔ بغیر تحقیق کے الزام دوسروں پر لگا دیتے ہیں اور اس طرح خود اپنے جہل مرکب ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔

آنکس کہ نداند وبداند کہ بداند
در جہل مرکب ابدالدھر بماند

حقیقت یہ ہے کہ ہجر کا معنی جدائی اور فراق ہے جو وصل کی ضد ہے اور ہجر اور وصال کے الفاظ عام طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔

چنانچہ یہ شعر مشہور ہے:

اريد وصاله ويريد هجری
فاترک ما أُريد لما يريد

''میں اس کا وصال چاہتا ہوں اور وہ میرا فراق چاہتا ہے پس میں اپنے ارادہ کو اس کے ارادہ کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہوں۔''

اور ہجرت کا معنی بھی جدائی ہے چنانچہ منتھی الادب میں ہے ہجرت بالکسر جدائی اور لغت حدیث مجمع البحار میں ہے:

الهجرة فی الاصل الاسمر من الهجر ضد الوصل ثم غلب علی الخروج من ارض الیٰ ارضٍ یقال منه هاجر مهاجرة۔

''ہجرت اصل میں اسم ہے ہجر سے جو ضد ہے وصل کی۔ پھر ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف نکلنے پر اس لفظ کا اطلاق غالب ہوگیا ہے اور اسی سے ہے هاجر مهاجرة۔''

اس سے ثابت ہوا کہ ہجر کا معنی چھوڑنا اور جدا ہونا ہے

④ ماتمی مجتہد نے جو یہ کہا ہے کہ مؤلف آفتاب ہدایت نے ہجر کا یعنی جو ہجرت کیا ہے یہ ان کی ذاتی اختراع ہے یہ معنی لغات عرب میں مذکور نہیں ہیں۔ تو یہ بھی ان کی ڈبل جہالت ہے کیونکہ زیر بحث روایت اهجر استفهموه کے معانی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مجمع البحار میں لکھتے ہیں:

ویحتمل ان معناه هجرکم رسول الله ﷺ من الهجر ضد الوصل۔ وروئ اهجر استفهموه ای یهجرمن الدنیا الخ۔

(اور اس میں اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ تم کو رسول اللہ چھوڑ رہے ہیں۔ اور یہ ہجر سے ہے جو وصل کی ضد ہے)

اب ماتمی مجتہد ہی بتائیں کہ از روئے لغت ہجر کا معنی دنیا سے انتقال کرنا ثابت ہوگیا یا نہ؟ اور کلام عربی سے نابلد کون ثابت ہوا۔ آپ یا حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب

مرحوم؟ اس کو کہتے ہیں۔

جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے

ماتمی مجتہد کی ''محال'' کے مفہوم سے جہالت

آفتاب ہدایت میں قرآنی آیات سے فضائل صحابہؓ کے ثبوت میں یہ آیت بھی پیش کی گئی ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (پ۲۶، سورۃ الحجرات، رکوع ۱۳)

ترجمہ: ''مسلمانو! جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول ہے اگر وہ اکثر باتوں میں تمہارا کہنا مان لے تو تمہیں تکلیف ہو لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں رچا دیا ہے اور کفر و فسق و نافرمانی سے تمہیں متنفر بنا دیا ہے۔ یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں اور یہ ان پر اللہ کا احسان ہے۔ خدا دانا و حکیم ہے''۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں خدا نے ایمان راسخ اور مضبوط کر دیا ہے اور ایمان کے ساتھ ان کو محبت طبعی ہوگئی ہے اور کفر و فسق سے ان کو ہمیشہ کے لیے نفرت ہوگئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایمان کے خلاف کوئی بات ان سے سرزد ہونا محال تھی۔ پھر ان پاک نفوس پر یہ الزام کہ ان کی ایمانی حالت ایسی متزلزل تھی کہ نبی کریم کی زندگی میں بھی ان کا ایمان صرف رسمی اور ظاہری تھا۔ ظاہر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست اور اندر سے دشمن بنے رہے اور آپ کی وفات کے بعد خاندان رسالت پر علانیہ ظلم کرنے شروع کر دیئے۔ کیا یہ آیت کریمہ مذکورہ کی صریح

تکذیب نہیں ہے؟

(عبرت، عبرت، عبرت) (آفتاب ہدایت ص ۵۶)

اس کے جواب میں ماتمی مجتہد لکھتے ہیں:

مگر مؤلف کی مبالغہ آرائی دیکھئے کہ ایسے لوگوں کو صرف پاک نفوس کہنے پر اکتفا نہیں کی بلکہ یہاں تک لکھ دیا کہ ایمان کے خلاف کوئی بات ان سے سرزد ہونا محال تھی۔ حالانکہ حقیقی معصوم بھی ترک عصیان پر مجبور نہیں ہوتا بلکہ اس کی عصمت اختیاری ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے خیر سے مؤلف کو ''محال'' کا مفہوم ہی معلوم نہیں ہے۔ ورنہ ایسی بے پر کی نہ اڑاتے۔ سچ ہے

پیراں نمی پرند مریداں می پرانند

بایں ہمہ حقائق اصحاب ثلثہ کو اس آیت کا مصداق قرار دینا کیا قرآن کی متعدد آیات۔ پیغمبر اسلام کی معتبر روایات اور تاریخی مسلمات کی صریح تکذیب نہیں ہے الخ (تجلیات ص ۱۰۸)

الجواب

① آفتاب ہدایت کے حضرت مؤلف تو محال کا مفہوم جانتے تھے۔ لیکن خیر سے ماتمی مجتہد خود محال کی قسموں سے ناواقف ہیں۔ واضح ہو کہ محال کی دو قسمیں ہیں (۱) محال بالذات (۲) محال بالغیر اور مؤلف آفتاب ہدایت حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب مرحوم کی مراد یہاں محال بالغیر ہے۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معصوم نہیں ہیں اور ان سے کفر و معصیت کا صدور ہوسکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے چونکہ قرآن مجید میں یہ اعلان فرمادیا ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو محبوب بنادیا ہے۔ اور کفر و فسق وغیرہ سے ان کو نفرت دلا دی ہے اس لیے اب ان سے کفر وغیرہ کا صدور نہیں ہوگا اور یہی مطلب محال بالغیر ہونے کا ہے۔ علاوہ ازیں یہ ملحوظ رہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے

اپنے راضی ہونے کا بھی اعلان فرما دیا ہے۔ رضی الله عنهم ورضوا عنه (اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے) لہٰذا ان اعلانات خداوندی کے بعد بھی اگر ان سے کفر وغیرہ کا صدور ہو یا ان سے ایسے افعال کا ارتکاب ہو جو باعثِ غضبِ الٰہی ہیں تو پھر حق تعالیٰ کی رضا کا اعلان محلِ طعن بن جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ انہوں نے ایسے افعال کا مرتکب ہونا ہے تو پھر ان پر راضی ہونے کا اعلان کیوں فرمایا۔

② چونکہ شیعوں کے نزدیک حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ وحضرت حسینؓ انبیائے کرام کی طرح معصوم ہیں۔ اس لیے ان آیات سے ان کی شخصیتیں مراد نہیں ہوسکتیں۔ ان کا مصداق تو وہی حضرات صحابہ ہیں جو معصوم تو نہیں ہیں۔ لیکن رسول اللہ کے فیضان سے ان کو یہ ارفع مقام حاصل ہوگیا ہے۔ اور چونکہ مہاجرین وانصار اور تمام صحابہ کرام نے خلفائے ثلثہ کی بیعت کر لی تھی اس لیے وہ بطریق اولیٰ ان آیات کا مصداق ہوں گے۔

③ ماتمی مجتہد کا یہ لکھنا کہ ''اصحاب ثلثہ کو اس آیت کا مصداق قرار دینا آیات، احادیث اور تاریخی مسلمات کے خلاف ہے'' تو یہ ان کا روایتی جھوٹ ہے جس کے مرتکب ہوکر وہ تقیہ کا ثواب لوٹتے رہتے ہیں۔

آیت استخلاف

وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصلحت کی بحث میں اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کی تفاسیر اور احادیث سے یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ اس آیت کی روشنی میں خلفائے ثلثہ برحق ہیں اور وعدہ خداوندی کے مطابق ان کو دینی تمکین واقتدار نصیب ہوا۔ اور ماتمی مجتہد علم ودیانت کی حد میں رہ کر کوئی ایک قرآنی آیت بھی نہیں پیش کر سکتے جس سے خلفائے ثلثہ کی خلافت یا ان کے ایمان کی نفی ہوتی ہو۔ اور سبائی پارٹی نے ان کے مظالم کی جو داستانیں گھڑی ہیں ان کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور کتب اہل سنت میں اگر کہیں کوئی ایسی روایت پائی جاتی ہے تو اس میں بھی ان کذابین کی دخل اندازی ہے۔

④ سورۃ الحجرات کی زیر بحث آیت کی تفسیر میں شیعی مفسر مولوی مقبول احمد دہلوی نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ فرماتے ہیں:

کافی اور تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ حبب الیکم الایمان میں الایمان سے اور زینہ فی قلوبکم میں ضمیر غائب سے مراد جناب امیر المومنین ہیں اور کرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان میں الکفر سے مراد ہیں حضرت اول۔ اور الفسوق سے مراد ہیں حضرتِ ثانی اور العصیان سے مسٹر ثالث الخ (حاشیہ ترجمہ مقبول مطبوعہ دہلی)

العیاذ باللہ. یہاں اول ثانی اور ثالث سے مراد خلفائے ثلثہ ہیں۔ لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ یہ قرآن کی تفسیر نہیں بلکہ یہ ایک عنادیہ ہے جو امام جعفر صادق کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے گزارہ الاؤنس لیتے رہے

آفتاب ہدایت میں بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۲۰۵ کے حوالہ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ایک لاکھ سالانہ وظیفہ ملا کرتا تھا کیا کوئی خلیفہ اپنے دشمن کے ساتھ بھی ایسا معاملہ کرتا ہے حاشا وکلا ان کے آپس میں ذاتی عناد نہیں تھا الخ۔

اس کے جواب میں ماتمی مجتہد لکھتے ہیں:

مضمون نگار نے جس وظیفہ کا ذکر کیا ہے وہ وظیفہ نہ تھا بلکہ شرائط صلح میں سے ایک شرط کے تحت امام کے لیے گزارہ الاؤنس تھا جو بوجہ حقیقی خلیفہ رسول ہونے کے ان کا حق تھا نہ کہ معاویہ کا احسان۔ (تجلیات ص ۴۹۲)

الجواب

ماشاء اللہ! وظیفہ نہ کہیں اس کو گزارہ الاؤنس ہی کہہ دیں۔ بہرحال یہ تو مان لیا کہ امام معصوم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سالانہ وصول فرماتے تھے۔ اب ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا امام معصوم کے لیے حسبِ اعتقادِ شیعہ ایک ظالم و فاسق خلیفہ کے بیت المال سے یہ رقم لینی حلال تھی اور سالانہ لاکھوں روپے وصول کرنے کی شرط منوا کر خدائی امانت یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملی ہوئی خلافت راشدہ کو ایک فاسق و فاجر حکمران کے سپرد کر دینا اور خود گھر میں بیٹھ کر راحت و عافیت کی زندگی گذار دینا اور اُمت مرحومہ کو یوں کسمپرسی کی حالت میں چھوڑ دینا کیا اس کے بعد بھی امام کی عصمت باقی رہ جاتی ہے؟ اور اس کے باوجود بھی ماتمی مجتہد کا یہ فرمانا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ ہی حقیقی خلیفہ تھے۔ انتہائی کج فہمی اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے اور یہ بھی ان کے ان علمی غرابیات میں ایک غرابیہ ہے جو وہ قارئین کرام کی ضیافتِ طبع کے لیے چھوڑتے رہتے ہیں۔ اب ماتمی مجتہد کو کون یہ بات سمجھائے کہ خلیفہ تو شرعی اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جس کو ملکی اقتدار بھی حاصل ہو اور یہ حقیقت آیت استخلاف کے الفاظ و لیمکنن لھم سے ثابت ہے اور جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے اقتدار خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا تو پھر آپ نہ حقیقی خلیفہ رہے نہ مجازی۔ البتہ آپ کو اس معنی میں امام کہتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ آپ خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد بھی اہل سنت کے ایک دینی اور روحانی رہنما تھے اور مابعد کے ائمہ کو بھی اسی بنا پر امام کہا جاتا ہے اور ان کے علاوہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دوسرے اکابر امت مثلاً امام غزالی رحمہ اللہ اور امام رازی رحمہ اللہ وغیرہ کو بھی اس معنی میں امام کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے اپنے دور میں اہل حق کے دینی رہنما ہوئے ہیں۔ امام جعفر صادق رحمہ اللہ بھی اہل سنت کے دینی و روحانی رہنما اور امام ہیں۔

اور امام زین العابدین رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ اہل بیت بھی اور شیعوں کے ہاں جو امامت کا مفہوم ہے کہ یہ بارہ امام سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام حتیٰ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ سے بھی افضل ہیں تو یہ عقیدہ بے بنیاد ہے جو روافض نے منصبِ نبوت کی تنقیص کے لیے وضع کر لیا ہے اور جس کے بعد عقیدہ ختم نبوت کی کوئی عظمت باقی نہیں رہتی۔

ماتمی مجتہد کے بعض تضادات (رسمِ ذوالجناح)

مسئلہ ماتم کی بحث میں رسم شبیہ روضہ امام حسین کے جواز کے تحت لکھتے ہیں:

''اور ظاہر ہے کہ تعزیہ بے جان چیز (قبر اطہر) کی شبیہ ہے اور نہ ہی اسے شبیہ ذوالجناح پر منطبق کیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ جاندار کی جاندار شبیہ ہے نہ بے جان۔ یعنی سرکارِ سید الشہداء کے راہوار کی شبیہ ہے اور بے جان چیزوں کی تصویر کشی کے جواز پر سب مذہب اسلامیہ کا اتفاق ہے۔ الخ (تجلیات ص ۵۳۸)

الجواب

① یہاں ماتمی مجتہد امام حسین رضی اللہ عنہ کے راہوار (گھوڑے) کا نام ذوالجناح بتا رہے ہیں حالانکہ اپنی کتاب ''سعادت الدارین فی مقتل الحسین'' میں ذوالجناح نام کا انکار کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

اس گھوڑے کا نام کیا تھا؟ عام طور پر مشہور ذوالجناح ہے مگر قریباً تمام قابل وثوق کتب سیر و مقاتل کی روگردانی کے بعد بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔ البتہ اس کی ردّ میں بعض اہل تحقیق کے ارشادات ملتے ہیں۔'' (سعادت الدارین ص ۴۳۳)

② جس چیز کی تصویر کے جواز پر مذہب اسلامیہ کا اتفاق ہے وہ بے جان چیز کی تصویر ہے نہ کہ بت، یعنی مجسمہ، تصویر اور بت میں فرق ہے اور تعزیہ بت ہے نہ کہ تصویر

③ امام حسین رضی اللہ عنہ کا گھوڑا سواری کے لیے تھا جو آج موجود نہیں۔ ہمارے زمانہ

کے گھوڑے بھی مستقل جانور ہیں۔ آج کے گھوڑے کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی شبیہ قرار دینا کیا معنی رکھتا ہے؟ چونکہ مسئلہ ماتم کی مفصل بحث ''بشارت الدارین'' میں آ گئی ہے۔

اس لیے یہاں اس مسئلہ پر مزید بحث کی نہ ضرورت ہے، نہ گنجائش۔ یہاں صرف ذوالجناح کے بارے میں ماتمی مجتہد کی تضاد بیانی کا ثبوت مقصود تھا۔ جو پیش کر دیا گیا۔

شیعہ مساجد کی آبادی و غیر آبادی

آفتاب ہدایت میں شیعوں کی عملی حالت کے متعلق یہ لکھا گیا تھا کہ:

ہمارے ملک کے شیعہ میں فیصد شاید دو شخص بمشکل مل سکیں جو پانچ وقت نماز قائم کرتے ہوں۔ باقی سب بے نماز یا نماز میں سخت سست نظر آئیں گے۔ جہاں کہیں شیعوں کی آبادی ہے مساجد ویران حجرے آباد ہیں۔ ہم نے دو جلسے مناظرہ کے دیکھے ایک کندیاں ضلع میانوالی دوسرا چک بیلی خاں تحصیل گوجر خاں (ضلع راولپنڈی) ظہر کی نماز کا وقت میدان مناظرہ میں آیا۔ تمام مسلمانوں نے باجماعت نماز پڑھی مگر شیعہ کے شیعہ علماء اور مقتدی سب یونہی کھڑے رہے لیکن شیعہ کو تکلیف برداشت کرنے کی نماز باجماعت ہی کیا تھی۔ صرف متعہ جیسا کارِ ثواب کرنے سے امام حسین، امام حسن، علی المرتضیٰ، رسول پاک کا درجہ مل جاتا ہے۔ عید غدیر کا ہی شیعہ کے ہاں ۱۸ ذی الحجہ روز متبرک ایسا آ جاتا ہے کہ شیعان علی رضی اللہ عنہ کے اس روز تمام صغیرہ کبیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں اور نویسندگان اعمال کو حکم ہوتا ہے کہ شیعان علی کے گناہ تین روز تک نہ لکھو۔ یعنی

اٹھارہویں سے بیسویں تک''

(تحفۃ العوام ج ۲ ص ۱۶۱)۔ آفتاب ہدایت ص ۳۲۵)

اس کے جواب میں ماتمی مجتہد لکھتے ہیں:۔

علاوہ بریں یہ کہنا کہ شیعہ دو شخص فیصدی بھی بمشکل مل سکیں جو پانچ وقت نماز قائم کرتے ہوں۔ اتنا بڑا کذب وافتراء ہے کہ قریب ہے کہ اس کی شدت سے آسمان کا شامیانہ پھٹ جائے۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور فرش زمین پر پانی دھنس جائے۔ بفضلہٖ تعالیٰ مملکت خداداد پاکستان میں دو کروڑ کے لگ بھگ شیعان حیدر کرّار موجود ہیں۔ ہر جگہ ان کی شاندار مساجد موجود ہیں۔ جمعہ و جماعت کا مبارک سلسلہ برابر جاری وساری ہے۔ مسجدیں نمازیوں سے چھلک رہی ہیں۔ نہ صرف واجبی نماز گزار بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے شیعان حیدر کرّار موجود ہیں جو شب زندہ دار اور عبادت گذار ہیں۔ بالخصوص شیعی مملکت ایران صانها الله عن الحدثان میں یہ ایمان افروز مناظر دیکھے جاسکتے ہیں۔

میرے کہنے پہ کیا ہے آزمائے جس کا جی چاہے

(تجلیات ص ۵۸۵)

شیعہ مساجد کی دوسری تصویر

حضرت مصنف آفتاب ہدایت نے شیعوں کی نماز اور ان کی مساجد کی ویرانی کے متعلق جو کچھ قریباً پچاس برس پہلے لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور جس کا اقرار پچاس سال گذرنے کے بعد بھی خود ماتمی مجتہد ''تجلیات صداقت'' کی تصنیف سے صرف دو سال پہلے اپنی کتاب سعادت الدارین ص ۵۴۷ پر کر چکے ہیں چنانچہ شیعوں کو خطاب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

مگر یہ تو بتایئے کہ ہم میں کتنے ایسے ہیں جو مذکورہ بالا صفات واحکام پر عمل کرتے

ہیں۔ صرف فرائض ہی کو لیجیے، نماز، حج، زکوٰۃ، جماعت، تلاوت قرآن ہم میں کس قدر ہے۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ حافظ قرآن [1] ہونا تو درکنار قاری قرآن بھی بہت کم ملیں گے۔ نماز باجماعت اور نماز جمعہ سے تو غرض ہی کیا ہے۔ عتباتِ عالیہ کی زیارات کو اگر سو جائیں گے تو حج کو پانچ بھی نہیں۔ امام باڑوں کی عمارتیں عالیشان ہیں۔ ہزاروں روپیہ کا شیشہ آلات موجود ہیں مگر مساجد ویران پڑی ہیں۔ اول تو مسجد میں نماز کی پابندی ہی نہیں اگر ہے تو کسی وقت ایک نماز پڑھ گیا کسی وقت دو آ گئے۔ کسی وقت چار، ایسی حالت میں ان کا ادعائے پیروی حسین اس شخص سے بلند درجہ پر نہیں جو مسلمان ہی نہ ہو۔ الخ۔

اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ ماتمی مجتہد کی ان دونوں کتابوں (سعادت الدارین اور تجلیاتِ صداقت) کی تصنیف کی درمیانی مدت صرف دو سال ہے۔ سعادت الدارین میں وہ خود لکھ چکے ہیں کہ: مساجد ویران پڑی ہیں'' اور پچاس سال پہلے آفتاب ہدایت میں یہی لکھا گیا تھا کہ: جہاں کہیں شیعوں کی آبادی ہے مساجد ویران ہیں، لیکن اب یہ ماتمی مجتہد اپنے ہی لکھے ہوئے کے خلاف اپنی کتاب ''تجلیات صداقت'' میں یہ فرما رہے ہیں کہ: ''مسجدیں نمازیوں

---

[1] یہاں لکھ رہے ہیں کہ حافظ قرآن ہونا تو درکنار لیکن اس کتاب تجلیات ص ۲۹ پر آفتاب ہدایت کے چیلنج کے جواب ہیں۔ ۱۴ عدد شیعہ حفاظ کی ایک فہرست پیش کر دی ہے اور یہ لکھ دیا ہے کہ ''اس وقت صرف صوبہ پنجاب میں بفضل ایزدی بیسیوں شیعہ حفاظ قرآن موجود ہیں۔'' لیکن یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے کیونکہ جب اہل سنت کی طرف سے چیلنج دیا جاتا ہے تو سنی حفاظ کے مقابلہ میں کوئی شیعہ حافظ میدان میں نہیں نکلتا۔ ایک مشہور غالی شیعہ عالم مولوی کفایت حسین آنجہانی کا نام عموماً شیعوں کی طرف سے پیش ہوتا رہا ہے اور ناواقف بعض اہل سنت بھی مولوی کفایت حسین مذکور کو حافظ کہہ دیتے ہیں حالانکہ مصنف آفتاب ہدایت حضرت مولانا محمد کرم الدینؒ صاحب کے سامنے وہ قرآن مجید نہیں سنا سکے تھے۔

میرے کہنے پہ کیا ہے آزمائے جس کا جی چاہیے

۲۔ پاکستان میں شیعوں کی آبادی دو کروڑ بتانا بھی نرا جھوٹ ہے اور شیعہ اس سے بہت کم تعداد میں ہیں۔

سے چھلک رہی ہیں۔'' یہ ہے ان کی تضاد بیانی اور تاریخی جھوٹ کہ جس پر ان کے یہ الفاظ چسپاں ہوتے ہیں کہ'' قریب ہے کہ اس کی شدت سے آسمان کا شامیانہ پھٹ جائے الخ۔

اب قارئین اندازہ لگائیں کہ جو مصنف شیعہ مساجد کی ویرانی اور آبادی کے بارے میں اتنا بڑا جھوٹ بول سکتا ہے حالانکہ یہ ایک مشاہدہ کی بات ہے تو وہ دوسرے علمی نزاعی مسائل اور حوالہ کتب وغیرہ میں کیونکر جھوٹ نہ بولتا ہوگا۔ کیا ایسے مصنف کی کوئی تصنیف قابل اعتماد ہوسکتی ہے۔

ہے ثابت جھوٹ ان کا آزمالے جس کا جی چاہے

متعہ کا ثواب

آفتاب ہدایت کی مندرجہ زیر بحث عبارت میں شیعہ مذہب کی رو سے بحوالہ تفسیر منہج الصادقین متعہ کا یہ ثواب لکھا گیا ہے کہ ''ایک دفعہ متعہ کرنے سے امام حسین کا.....اور چار مرتبہ متعہ کرنے سے العیاذ باللہ رسول اللہ ﷺ کا درجہ نصیب ہوجاتا ہے (اور ہم نے ''بشارت الدارین'' میں بھی یہ روایت شیعہ مجتہد سید علی حائری لاہوری کے والد سید ابوالقاسم لاہوری کی کتاب برہان المتعہ سے نقل کردی ہے۔

اس کے جواب میں ماتمی مجتہد لکھتے ہیں:

خداوند عالم اسی سورۃ نساء میں جس میں آیت متعہ موجود ہے فرماتا ہے:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا. (پ۵، النساء، ع۶)

اور جو اللہ اور رسول کا کہا مانے تو ایسے ہی لوگ (جنت میں) ان (مقبول بندوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (بڑے بڑے) احسانات کیے یعنی نبی اور صدیق اور شہید اور (یہ میرے) نیک بندے اور یہ لوگ (کیا ہی) اچھے ساتھی ہیں۔'' (ترجمہ نذیری)

جب اس آیت کی روشنی میں خدا و رسول کی اطاعت کرنے والا جنت میں، صدیقوں اور شہیدوں کے درجہ میں ان کی رفاقت کرسکتا ہے تو پھر وہ متعہ جسے خدا اور رسول نے حلال و جائز قرار دیا تھا اور بعض حکام وقت نے مداخلت فی الدین کرتے ہوئے اسے ممنوع قرار دے دیا۔ تو اگر کوئی شخص اس مردہ حکم شریعت کو زندہ کرنے کی غرض سے اس پر عمل کرے اور جنت میں اسے سرکار محمد وآل محمد علیہم السلام کی رفاقت نصیب ہو جائے تو اس میں کیا اعتراض ہے؟

حدیث میں یہ تو نہیں کہ ایسا کرنے والا معاذ اللہ خود امام حسن و حسین بن جاتا ہے بلکہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ ان کے درجہ میں ہوگا اور ظاہر ہے کہ رفاقت جب ہی ہوسکتی ہے کہ درجہ ایک ہو جو قرآن سے ثابت ہے۔ (تجلیات ص ۲۹۹)

الجواب

① یہ آیت پارہ ۵ ع ۶، اور سورۃ نساء کے رکوع ۹ میں ہے۔ ماشاء اللہ ماتمی مجتہد نے مذکورہ ثواب متعہ کا مان لیا ہے۔ یہاں متعہ پر بحث کرنے کی گنجائش نہیں۔ البتہ ضروری گذارش یہ ہے کہ جو متعہ پہلے مباح تھا وہ باقاعدہ نکاح ہوتا تھا اور اس میں دو گواہ بھی ضروری ہوتے تھے۔ اسی کو نکاح موقت کہتے ہیں اور بعض نے اسی نکاح کو متعہ سے تعبیر کر دیا ہے مگر شیعوں کا مجوزہ متعہ اس کے خلاف ہے اور بعد میں یہ بھی ممنوع قرار دے دیا گیا لیکن جس متعہ کو ماتمی مجتہد جاری کرنا چاہتے ہیں اس میں شیعوں کے نزدیک گواہوں کا ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ مرد اور عورت اپنی رضا سے کوئی معاوضہ مقرر کرلیں اور کسی کو بھی معلوم نہ ہو تو وہ مقررہ مدت میں مجامعت کر سکتے ہیں۔ اب بتلایئے کہ زنا میں اور اس متعہ میں کیا خاص فرق باقی رہ جاتا ہے۔ کیا زنا بھی مرد و عورت کی مرضی پر باہمی مجامعت کا نام نہیں ہے؟ کیا ماتمی مجتہد کے نزدیک صرف زنا بالجبر ہی ناجائز ہے اور باہمی رضامندی سے سب کچھ حلال ہے؟

② اگر متعہ شریعت میں باعث اجر وثواب عمل ہوتا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں تو اس کے حلال ہونے کا ضرور حکم نافذ فرماتے اور جو لوگ متعہ کو حرام قرار دیتے ان کو شرعی سزا دی جاتی۔ حالانکہ فروع کافی ج ۳، کتاب الروضہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں بھی متعہ کے حلال ہونے کا حکم نہیں دے سکے۔ فرمایئے۔ اس وقت ان کو کس کا خوف لاحق تھا۔ اگر متعہ حکم شریعت اور سنت تھا، العیاذ باللہ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بحیثیت خلیفہ اسلام ہونے کے اس سنت کو کیوں زندہ نہیں کیا۔ جب کہ اس پر عمل کرنے کا اتنا ثواب ہے کہ منع کرنے والے کو العیاذ باللہ رسول خدا کا درجہ بھی مل سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک اپنے دورِ اقتدار میں بھی حضرت علیؓ کا متعہ کو حلال نہ قرار دینا ہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک بھی متعہ کی اباحت منسوخ ہو چکی تھی۔

③ شیعوں کی کتب اربعہ میں سے کتاب تہذیب الاحکام میں خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے:

حرم رسول اللہ لحوم الحمار الاھلیۃ ونکاح المنعۃ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھے کا گوشت اور نکاح متعہ حرام فرمادیا)۔

جب شیعوں کی مستند کتاب سے متعہ کی حرمت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ثابت ہو گیا تو پھر ماتمی مجتہد خواہ مخواہ کیوں متعہ جیسے فعل حرام کو رائج کرنا چاہتے ہیں؟

④ قرآن مجید کی کسی آیت سے شیعہ متعہ کی حلت ثابت نہیں اور نہ ہی یہ متعہ جس میں گواہوں کی بھی ضرورت نہیں کبھی اسلام کے کسی دور میں مباح ہوا ہے۔

⑤ ماتمی مجتہد نے متعہ کے ثواب میں امام حسین سے لے کر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک کا درجہ پالینے پر جو سورۃ النساء کی آیت اولئک مع الذین انعم اللہ علیھم سے استدلال کیا ہے یہ ان کی کج فہمی پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ آیت میں تو صرف یہ مذکور ہے کہ جو لوگ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے ہیں ان کو انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت اور رفاقت نصیب ہوگی۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ ان کہ ان کو انبیاء وغیرہم کا درجہ ملے گا؟

(ب) ان حضرات کی صحبت اور رفاقت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ان کا درجہ بھی ایک ہو۔ چنانچہ سورۃ الفتح آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ.

''حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کفار پر بہت سخت ہیں اور آپس میں بڑے رحمدل ہیں۔''

تو کیا اس آیت میں معیت اور رفاقت رسول کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کا درجہ ایک تھا اور وہ ہمیشہ ایک ہی درجہ و مقام میں رہتے تھے۔ اسی طرح جنت میں جن مومنین کو انبیاء اور صدیقین کی محبت اور معیت نصیب ہوگی ان کے جنت میں درجے اور مقامات جدا جدا ہوں گے۔

(ج) ماتمی مجتہد کا بیان کردہ معیت کا مطلب حضرت امام جعفر صادق کے ارشاد کے خلاف ہے۔ چنانچہ شیعہ مفسر مولوی مقبول دہلوی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مومن دو قسم کے ہیں ایک تو اللہ پر وہ ایمان لانے والا جس نے وہ کل شرطیں پوری کی ہوں جو مومن کے لیے اللہ نے مقرر کی ہیں۔ پس وہ تو انبیاء شہداء و صدیقین و صالحین کے ساتھ ہوگا اور اس سے بہتر رفاقت اور کون سی ہو سکتی ہے؟ اور ایک وہ مومن ہے جس کے قدم پھسل جائیں گے اس کی حالت زراعت کے ڈنٹھل کی سی ہوگی کہ جدھر ہوا نے جھکایا جھک گیا یہ وہ ہے جس کو دنیا میں بھی خوف پیش آئیں گے اور آخرت میں بھی اس کی شفاعت کی جائے گی اور انجام بخیر ہوگا۔ (حاشیہ ترجمہ مقبول مطبوعہ دہلی)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آخرت میں انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین کی

رفاقت ان مومنین کو نصیب ہوگی جنہوں نے اطاعت خدا اور رسول کی ساری شرطیں پوری کی ہوں گی لہٰذا صرف متعہ کے عمل سے ان حضرات کی رفاقت نصیب نہیں ہوسکتی۔ اس سے ماتمی مجتہد کی تاویل بھی باطل ہوگئی اور خود مذکورہ درجات کے حصول کی روایت بھی مسترد ہوگئی کیونکہ اس میں صرف متعہ کرنے سے العیاذ باللہ امام حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کا درجہ مل جانا مذکور ہے۔

⑤ یہ عجیب بات ہے کہ نکاح شرعی دائمی بالاتفاق حلال ہے۔ اس میں تو امام حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کا درجہ نہ حاصل ہوسکے لیکن اس متعہ سے، یہ درجات مل جائیں جو زنا سے ملتا جلتا ہے۔

⑥ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ قرآن مجید میں مومن کے لیے بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ ان کے علاوہ صرف شرعی لونڈیوں کی اجازت ہے۔ اگر یہ متعہ بھی ہمیشہ کے لیے حلال ہوتا اور یہ شرعاً نکاح ہی متصور ہوتا تو پھر چار بیویوں کی حد تو ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ متعہ والی عورتوں کے لیے کوئی حد ہی مقرر نہیں حتیٰ کہ شیعہ مذہب میں کنواری عورت سے بھی متعہ حلال ہے اور نکاح والی عورت سے بھی۔ اس صورت میں تو کسی عورت کی عفت محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اگر اس متعہ کو حلال سمجھ کر اور پھر عظیم کارِ ثواب قرار دے کر قوم میں رواج دیا جائے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے اور یہی وجہ ہے کہ اوباش نوجوان اور ملنگ دھڑنگ لوگ شیعہ مذہب زیادہ اختیار کرتے ہیں کیونکہ اس طرح ان کو متعہ کے مواقع حاصل ہوجاتے ہیں۔ دنیا میں یہ اور آخرت میں وہ نعمتیں جن کو ماتمی مجتہد قرآن سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

ائمہ نے بھی متعہ کیا

ماتمی مجتہد نے تمام حجابات اتار کر یہ بھی فرمادیا ہے کہ:

یہ کہنا کہ کتب شیعہ سے ثابت ہے کہ کسی امام نے متعہ نہیں کیا۔'' یہ کتب شیعہ سے ناواقفی کی دلیل ہے ورنہ کتب شیعہ سے ائمہ طاہرین کا اس سنت نبویہ پر عمل کرنا مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو انوار نعمانیہ (یہ بالخصوص قابل دید ہے) اور وسائل شیعہ وغیرہ الخ (تجلیات ص ۴۷۱)

الجواب

مبارک صد مبارک۔ ائمہ طاہرین کا ایسا ہی کردار چاہیے؟ استغفر اللّٰہ۔ ہم تفصیل میں نہیں جاتے صرف یہاں ہمارا یہ سوال ہے کہ ان ائمہ طاہرین کی منکوحہ بیویوں کے نام تو ان کے نسب نامہ میں مذکور ہیں اور ان کی اولاد کے نام بھی مشہور ہیں۔ کیا سادات عظام کا کوئی متعہ نامہ بھی ماتمی مجتہد پیش کر سکتے ہیں کہ جس میں یہ تفصیل ہو کہ فلاں امام نے فلاں فلاں مومنہ عورت سے متعہ کیا تھا اور پھر ان سے فلاں فلاں اولاد پیدا ہوئی الخ

غنیۃ الطالبین کے حوالہ میں ماتمی مجتہد کا فریب

آفتاب ہدایت میں روافض کی تکفیر کے تحت یہ لکھا ہے کہ:

روافض کے کفر کا فتویٰ جب درگاہِ غوثِ اعظم حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے صادر ہو چکا ہے جیسا کہ غنیۃ الطالبین میں بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ حدیث منقول ہے۔

سَیجیئ فِی آخرِالزّمان قومٌ ینقصون اصحابی فلاتجا لسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم وَلَا تناکحوھم ولا تصلّوا علیھم ولا تصلّوا معھم۔

''آخر زماں میں ایک قوم ہوگی جو میرے اصحاب کی تنقیص شان کریں

گے۔ پس تم ان کی مجلس میں نہ بیٹھو۔ نہ ان سے مل کر پیو اور کھاؤ، نہ ان سے رشتہ بندی کرو۔ نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو۔ نہ ان سے مل کر نماز پڑھو۔''

(آفتاب ہدایت، ص ۳۴۹)

اس کے جواب میں ماتمی مجتہد لکھتے ہیں:

''اگر عبدالقادر جیلانی نے شیعانِ علی پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے تو اس سے ہمارے مولف محترم کو خوش نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ان کے سنانِ قلم کی زد سے حنفی حضرات بھی محفوظ نہیں رہے بلکہ انہوں نے جہنمی فرقوں کی فہرست میں نعمان بن ثابت کوفی (امام اعظم) کے نام لیواؤں کو بھی شمار کیا ہے۔''

(ملاحظہ ہو غنیۃ الطالبین بحوالہ شرح فقہ اکبر، ج ۱، ص ۶۷، (تجلیات ص ۶۱۰)

الجواب

① حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ نے نہ تو امام حضرت ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف فتویٰ لگایا ہے اور نہ ہی امام اعظم کے ماننے والے احناف پر۔ بلکہ ان کا فتویٰ ان لوگوں کے خلاف ہے جو فرقہ مرجیہ کا عقیدہ رکھتے تھے اور دعویٰ امام ابوحنیفہ کے پیروکار ہونے کا کرتے تھے۔ چنانچہ غنیۃ الطالبین کی عبارت یہ ہے:

واما الحنفیه فهم بعض اصحاب ابی حنیفة النعمان بن ثابت زعموا ان الایمان هوالمعرفة والاقرار بالله وبما جاء من عبده جملةً الخ (اور مرجیہ میں سے) حنفیہ ہیں پس وہ (امام) ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے بعض ماننے والے ہیں جو گمان رکھتے ہیں کہ ایمان معرفت اور اللہ و رسول اور جو کچھ حضور ﷺ سے پہنچا ہے اس کے اقرار کا نام ہے۔ الخ

اور حضرت پیرانِ پیر امامِ اعظم کے خلاف کیونکر فتویٰ دے سکتے ہیں جب کہ آپ کے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے (جن کے حضرت پیران پیر مقلد ہیں) حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حق میں یہ فرمایا ہے کہ:۔

ان من اهل الورع والزُهدِ وایثار الآخرة بمحلٍ لایُدرکه اَحَدٌ.

(امام ابوحنیفہؒ ورع، زہد اور آخرت کے ایثار میں ایسا مقام رکھتے ہیں جو کوئی نہیں پا سکتا۔'' (الخیرات الحسان مولفہ علامہ ابن حجر مکیؒ)

② امام اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کے مقلدین حضرات فرقہ مرجیہ کے مخالف ہیں۔ چنانچہ خود امام اعظمؒ نے اپنی کتاب فقہ اکبر میں تحریر فرمایا ہے:

ولا نقول ان حسناتنا مقبولة وسیاتنا مغفورة کقول المرجئة

(اور ہم اس طرح نہیں کہتے جس طرح مرجیہ کہتے ہیں کہ: ہماری نیکیاں مقبول ہیں اور ہماری برائیاں (ضرور) بخشی جائیں گی۔

اس کے بعد اپنا عقیدہ یہ لکھتے ہیں:

وماکان من السیّات دون الشرک والکفر ولم یتب عنها صاحبها حتی مات مومنًا فانه فی مشیّه اللّٰه تعالٰی ان شاء عذّبه بالنارو ان شاء عفا عنه ولم یعذبه بالنار اصلاً. (ہم یہ کہتے ہیں کہ شرک اور کفر کے ماسوا جو گناہ ہوں گے اور اس شخص نے ان گناہوں سے توبہ نہیں کی مگر مومن ہونے کی حالت میں وفات پائی ہے تو بے شک اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مشیت پر موقوف ہے اگر چاہے تو اس کو دوزخ کا عذاب دے اور چاہے تو اس کو معاف کر دے اور بالکل عذاب نہ دے۔''

اور فرقہ مرجیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ''اگر صرف ایمان اور تصدیق حاصل ہو تو پھر آخرت میں گناہوں کی وجہ سے اس کو عذاب نہ دے'' اور فرقہ مرجیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر صرف ایمان اور تصدیق حاصل ہو تو پھر آخرت میں گناہوں کی وجہ سے اس کو عذاب نہیں ہوگا''۔ لیکن امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گناہوں کی وجہ سے بھی وہ عذاب پا سکتا ہے اور اعمال کو ایمان کی جزء نہیں لیکن اعمال صالحہ سے ایمان کی قوت اور نورانیت بڑھتی ہے۔ علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے عقیدہ کی وضاحت کر [illegible] کا

جواب دے دیا ہے۔ بخوف طوالت ہم نے یہاں خلاصہ بیان کر دیا ہے اور اہل فہم کے لیے اتنا کافی ہے۔

سَبِّ شیخین کا حکم

ماتمی مجتہد آفتاب ہدایت کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

''دوسرا الزام سَبِّ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے ہم کئی مرتبہ واضح کر چکے ہیں کہ ہم کفار و مشرکین کو بھی سَبِّ کرنا روا نہیں سمجھتے اور اگر بالفرض کوئی شخص اس فعل کا ارتکاب کرے تو اہل سنت کے اصول مذہب کے مطابق یہ گناہ کفر نہیں ہے۔''

چنانچہ شرح فقہ اکبر ص ۸۶ پر ملا علی قاری لکھتے ہیں:

اِنَّ سَبَّ الشَّیخین لَیسَ بکفرٍ یعنی شیخین ابوبکر و عمر کو گالی دینا کفر نہیں ہے اسی طرح علامہ عبدالحی اپنے فتاویٰ ج ۱، ص ۳ پر لکھتے ہیں:

وسَبِّ شیخین موجب کفر نمی شود و ہمیں مذہب موافق قول امام اعظم است'' یعنی سَبِّ شیخین موجب کفر نہیں اور یہی نظریہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے موافق ہے۔ (تجلیات صداقت ص ۶۰۹)

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

الجواب

① اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے:

''ایں مسئلہ قدیماً و حدیثاً مختلف فیہ است و تحقیق انیست کہ کیسکہ فضیلت داد حضرت علی مرتضی را بر حضرت ابوبکر او متبدع است کافر نیست و کیسکہ منکر خلافت صدیق اکبر یا منکر استحقاق جناب ایشان برائے خلافت یا حلال داننده سَبِّ شیخین باشد در اکثر کتب فقہ اورا کافر نوشتہ اند۔'' **وفی الخلاصة والرافضی ان فضّل علیًا**

علی غیرہ فھو مبتدع ولو انکر خلافة الصدیق فھو کافرا انتھی"

(فتاویٰ مولانا عبدالحی جلد سوم ص ۱۲)۔

یہ مسئلہ قدیماً وحدیثاً (یعنی پہلے بھی اور بعد میں بھی) مختلف فیہ رہا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے وہ بدعتی ہے کافر نہیں ہے اور جو شخص حضرت صدیق اکبر کی خلافت کا منکر ہے یا آپ کے خلافت کے استحقاق کا منکر ہے یا شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر) کو سبّ کرنا حلال سمجھتا ہے تو اکثر فقہ کی کتابوں میں اس کو کافر لکھا ہے" اور خلاصہ میں ہے کہ رافضی اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسروں پر فضیلت دیتا ہے تو وہ بدعتی ہے اور اگر وہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کا منکر ہے تو کافر ہے۔ الخ

تو حضرت مولانا عبدالحی کے فتویٰ سے ہی ثابت ہوا کہ شیخین کو سبّ کرنا حلال سمجھے تو وہ کافر ہے اور عموماً شیعہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سبّ کرتے ہیں تو وہ اس فعل کو جائز اور حلال سمجھ کر ہی کرتے ہیں۔

② ماتمی مجتہد نے شرح فقہ اکبر کی مابعد کی عبارت چھوڑ دی ہے جس میں لکھا ہے کہ:

نعم لو استحلّ السبّ او انفتل فھو کافرٌ لامحالة. (ہاں اگر شیخین کے سبّ کرنے اور قتل کرنے کو حلال سمجھتا ہے تو وہ لامحالہ کافر ہے۔"

اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ سبّ صرف ماں بہن کی گالی دینے کو ہی نہیں کہتے بلکہ کسی کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جن سے اس کی توہین ہوتی ہے وہ بھی سبّ کہلاتا ہے اور خود ماتمی مجتہد نے اپنی اس کتاب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فاسق، فاجر، ظالم، غاصب، منافق وغیرہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ یہ سبّ نہیں تو اور کیا ہے؟

④ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

"فمذهب ابی حنیفة رضی الله عنه ان من انکر خلافة الصدیقؓ وعمرؓ فهو کافرٌ (ضواعقِ ،محرقہ ص ۱۵۳) "پس امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔"

اور شیعہ جو سبّ کرتے ہیں وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہو کر ہی کرتے ہیں لہٰذا ایسے لوگ حسبِ تصریح فقہائے کرام کافر ہوں گے۔

④ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"سبّ شیخین کفر است و احادیث صحیحہ براں دال است" (رسالہ ردّ الرفضہ ص ۱۴)
یعنی سبّ شیخین کفر ہے اور صحیح احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔"

(ب) شک نیست کہ شیخین از اکابر صحابہ اند بلکہ افضل ایشاں پس تکفیر بلکہ تنقیص ایشاں موجب کفر و زندقہ و ضلالت باشد" (ایضاً ص ۱۵)
یعنی اس میں شک نہیں ہے کہ شیخین (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اکابر صحابہ میں سے ہیں بلکہ ان میں سے افضل ہیں۔ پس ان کی تکفیر بلکہ تنقیص بھی کفر، زندقہ اور ضلالت کا موجب ہے۔"

اہل السنّت والجماعت کے نام میں ماتمی مجتہد کی تلبیس

چونکہ شیعوں کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی شیعہ تھے اور اس کی تائید میں وہ آیت وَاِنَّ من شیعتہٖ لا براھیم پیش کرتے ہیں۔ اس لیے آفتابِ ہدایت میں لفظ شیعہ اور لفظ سنت پر بحث کی گئی ہے اور وہ آیات پیش کی گئی ہیں جن میں لفظ شیعہ کفار اور اشرار کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں ماتمی مجتہد بعنوان "اھل سنت

نہیں بلکہ اھل سنۃ' لکھتے ہیں کہ:

اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ لفظ سنت (سین کے پیش اور نون کی شد کے ساتھ) ہر جگہ اچھے معنوں میں استعمال ہوا ہے تو تب بھی مولوی کرم الدین صاحب یا ان کے ہم مذہبوں کو اس سے کیا فائدہ؟ کیونکہ وہ اہل سنت نہیں بلکہ اھل سنۃ' (سین کی زبر اور نون بغیر شد بمعنی سال) یعنی ایک خاص سال والے لوگ اور اس سال سے مراد ہے صلح حسنی کے بعد معاویہ کے تحت حکومت پر متمکن ہونے والا سال۔ چنانچہ فتح الباری شرح بخاری ج ۶، ص ۵۲۲ واستیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ا ص ۳۷۳، وغیرہ میں ہے کہ اس کے بعد معاویہ کوفہ میں داخل ہوا اور لوگوں نے اس کی بیعت کی اور اس سال کا نام ''سنۃ الجماعۃ'' رکھا گیا کیونکہ اس سال جنگ ختم ہوئی اور سب لوگ حکومت معاویہ پر جمع ہو گئے۔ (حیوۃ الحیوان ج ا ص ۵۲، تاریخ الخلفاء ص ۱۳۲، منہج الوصول ص ۱۶۴) میں بھی اس سال کا نام عام الجماعۃ لکھا گیا ہے اور معاویہ والے ''اھل سنۃ الجماعۃ'' جماعت کے سال والے لوگ کہلائے پھر مرور ایام سے یہ لفظ بدلتے بدلتے ''اہل السنّت والجماعت'' بن گیا۔ یہ ہے موجودہ اہل السنّت والجماعت کے مذہب کی اصل حقیقت جو ہم نے بلا کم وکاست انہی کی کتابوں سے پیش کر دی ہے۔ ان حقائق سے معلوم ہوا کہ یہ مذہب معاویہ بن ابی سفیان کا خود کاشتہ پودا ہے۔ بانی اسلام کا اس کی تاسیس وتشکیل میں کوئی دخل نہیں ہے۔ الخ (تجلیات ص ۵۱۶)۔

تلبیس ہی تلبیس

ماتمی مجتہد نے یہاں جو کچھ لکھا ہے کہ اہل السنّت والجماعت کے نام میں سنت سے مراد سنتِ رسول ﷺ نہیں بلکہ یہ لفظ سنۃ بمعنی سال ہے اور سال جماعت والے لوگوں کا یہ نام ہے تو یہ استدلال ماتمی مجتہد کے دجل وفریب کا ایک تاریخی شاہکار ہے اور ناواقف

لوگوں پر علمی رعب ڈالنے کے لیے استیعاب اور فتح الباری وغیرہ کتابوں کا حوالہ پیش کر دیا ہے۔ حالانکہ ان کتابوں میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ اہل سنت کا نام دراصل اهل سنة الجماعت ہے اور یہی وجہ ہے کہ ماتمی مجتہد نے کسی کتاب کی عربی عبارت نہیں لکھی تاکہ اُن کے اس جھوٹ کا پردہ چاک نہ ہو جائے۔

② جو کچھ ان کتابوں میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ جس سال حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح ہوئی اور تمام اہل اسلام کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت پر اتفاق ہو گیا تو اس سال کا نام عام الجماعة پڑ گیا یعنی وہ سال جس میں مسلمانوں کی ساری جماعت متحد و متفق ہو گئی (اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی اس متفقہ جماعت مسلمین میں شامل ہیں۔ نہ کہ جدا۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر کی استیعاب میں ہے۔

وسلّم الامر الحسنؓ الی معاویةؓ فی النصف من جمادی الاولی من سَنةِ اِحدی و اربعین ، بایع الناس معاویة حینئذٍ ومعاویةؓ یومئذ ابن سِتٍ وّستّینَ الاشهرین قال ابوعمر رضی الله عنه هذا اصح ماقیل فی تاریخ عام الجماعة۔

''اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امر خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نصف جمادی الاوّل ۴۱ھ میں سپرد کیا اور اس وقت لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر دو ماہ کم چھیاسٹھ سال تھی۔ حضرت ابوعمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تاریخ عام الجماعة کے متعلق یہ سب سے زیادہ صحیح قول ہے)

فرمایئے! اس عبارت میں اہل سنت الجماعت کہاں ہے۔ یہاں تو لفظ عام الجماعة کا ہے نہ کہ سنة الجماعة کا اور اس عبارت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کس سال میں یہ صلح ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس سال کا نام عام الجماعة رکھا گیا تھا اور عام الجماعة نام ایسا ہی ہے جیسا کہ اس سال کا نام عام الفیل رکھ دیا گیا، جس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ابابیل نے ابرہہ بادشاہ کے ہاتھیوں کے لشکروں کو تباہ کر دیا تھا جس کا ذکر

قرآن مجید کی سورۃ الفیل میں آتا ہے "الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل" کیا ماتمی مجتہد عام الفیل کے نام کی بنا پر یہ کہہ دیں گے اس سال والے لوگوں کا نام اہل عام الفیل ہے؟

② نہ ہی حضرت امیر معاویہؓ اور آپ کی جماعت نے اپنا نام اس سال کی بنا پر اہل سنۃ الجماعت رکھا اور نہ ہی مخالفین نے آپ کی جماعت کو اس نام سے پکارا اور نہ ہی کسی کتاب میں اس نام کا ثبوت ہے۔ ماتمی مجتہد تو یہ جھوٹ بول کر صرف تقیہ کا اجر عظیم حاصل کر رہے ہیں۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔

③ امام حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس تاریخی صلح سے بہت پہلے اہل سنت (سین کے پیش اور نون کی شد کے ساتھ) کی اصطلاح مشہور تھی۔ چنانچہ شیعوں کی مستند کتاب احتجاج طبرسی میں حضرت علی المرتضیٰ کی زبان مبارک سے اہل سنت اور اہل جماعت کی تعریف منقول ہے۔ فرماتے ہیں:

اما اهل الجماعة فانا ومن اتبعنی وان قلوا (اور اہل جماعت میں ہوں اور جو میری پیروی کرنے والے ہیں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں۔

(ب) واما اهل السنة فالمتمسکون بماسنّه الله ورسوله وان قلوا (اور اہل سنت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے طریقے (حکم) اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مضبوط پکڑنے والے ہیں، اگرچہ وہ تھوڑے ہوں۔

اب ماتمی مجتہد ہی یہ بتائیں کہ حضرت علی المرتضیٰ نے یہاں اہل سنت کی تعریف میں سنت کے لفظ سے سنت رسول مراد لی ہے یا سَنَة جماعت (جماعت کا سال)

④ حافظ عماد الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ابن کثیر میں سورہ آل عمران ع ۱۱ کی آیت "یوم تبیض وجوہ" کے تحت لکھتے ہیں:

یوم القیمة حین تبیض وجوه اهل السنة والجماعة و تسود وجوه اهل البدعة والفرقة وقاله ابن عباس." یعنی حضرت عبداللہ بن

عباس نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اہل السنّت کے چہرے روشن ہوں گے اور اہل بدعت وفرقہ کے چہرے سیاہ ہوں گے)۔

⑤ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ روایت اپنی تفسیر میں نقل کی ہے۔

ماتمی مجتہد کے چیلنج کا جواب

اسی سلسلے میں ماتمی مجتہد لکھتے ہیں کہ:۔

جس طرح ہم نے شیعان علی کا نام اور ان کے فضائل اور ان کا ناجی ہونا احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔ اگر اہل سنت میں کچھ جرأت و ہمت ہے تو اسی طرح یہ بھی احادیث میں اپنا پورا نام (اہل السنّت والجماعت) دکھائیں اور پھر اس کا ناجی ہونا ثابت کریں۔ اگر وہ ایسا کر دکھائیں تو ہم ان کو منہ مانگا انعام دینے کے لیے تیار ہیں۔ الخ (تجلیات ص ۵۱۵)

الجواب

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے لفظ شیعہ کسی مذہبی اصطلاحی نام کے طور پر ثابت نہیں آپ نے جو روایات پیش کی ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وہ قابل احتجاج ہیں یا نہیں؟ ان میں لفظ شیعہ اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

(ب) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ میں شیعہ ہوں اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کبھی اپنے شیعہ ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

② احتجاج طبرسی کی مذکورہ عبارت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل سنت اور اہل جماعت کی مدح فرمائی ہے اور اہل بدعت اور اہل فرقہ کی مذمت کی ہے۔ اگر اس زمانہ میں شیعہ کوئی مذہبی نام ہوتا اور یہ قابل مدح بھی ہوتا تو آپ شیعہ کی تعریف فرماتے نہ کہ اہل سنت کی۔

③ فرقہ شیعہ کا اصلی نام رافضی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھا گیا ہے۔ چنانچہ آفتاب ہدایت میں لکھا ہے:

میرے شیعہ بھائی بُرا نہ منائیں۔ اگر ان کو رافضی کے لقب سے خطاب کیا جائے کیونکہ یہ مبارک لقب ان کو بقول امام جعفر صادق بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا ہے۔ جیسا فروع کافی کتاب الروضہ جلد ۳، ص ۱۶ میں قولِ امام ہمام درج ہے۔ لا واللہ ماھم سموکم بل اللہ سماکم. ترجمہ: خدا کی قسم تمہارا یہ نام لوگوں نے نہیں رکھا بلکہ خدا نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے۔ الخ

اس کے جواب میں ماتمی مجتہد اس روایت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

رفض کے لغوی معنی ہیں ''ترک کرنا، چھوڑنا'' جس طرح اچھائی کا ترک کرنا برا ہے، اس طرح برائی کا ترک کرنا اچھا ہے۔ لہٰذا اگر حضرات شیعہ کو اس اعتبار سے رافضی کہا جائے کہ یہ برے لوگوں اور بری باتوں کے تارک ہیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں اور یہی امام علیہ السلام کے مفصل فرمان کا ماحصل ہے جس کا صرف ایک جملہ ❶ اوپر استدلال میں پیش کیا گیا ہے۔

امام نے فرمایا ہے کہ پہلے پہل یہ لقب فرعون اور فرعونیوں نے ان جادوگروں کو دیا تھا جو اعجاز موسوی دیکھ کر حلقہ بگوش توحید ہو گئے تھے اور فرعون کی ربوبیت کا جوا اپنی گردنوں سے اتار پھینکا تھا اور شیعان حیدر کرار کو بھی اسی لیے رافضی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے امت محمدیہ کے بعض فرعون صفت مدعیان خلافت وامامت کی اتباع و پیروی ترک کر کے خدا کے مقرر کردہ ائمہ ہدایت کو مرکز رشد و ہدایت تسلیم کیا ہے۔ اہل انصاف قارئین کرام غور کریں کہ امام عالی مقام کے اس تمام فرمان کو پیش نظر رکھتے ہوئے شیعہ خیر البریہ کی اس سے مدح ظاہر ہوتی ہے یا قدح۔ الخ (تجلیات ص ۵)

---

❶ ہم نے بشارت الدارین میں یہ پوری روایت مع ترجمہ نقل کر دی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔ (خادم اہل سنت غفرلہ)

الجواب

① چونکہ بقول آپ کے رافضی کے نام سے مدح ثابت ہوتی ہے۔ اسی لیے آفتاب ہدایت میں یہ لکھا گیا ہے کہ:۔

''میرے شیعہ بھائی برا نہ منائیں''۔ الخ لیکن پھر بھی خدا جانے شیعہ فرقہ کے لوگوں کو اگر رافضی کہا جائے تو کیوں اس پر بُرا مناتے ہیں؟

② جب حسب ارشاد امام جعفر صادق رافضی نام اللہ نے رکھا ہے تو پھر ماتمی مجتہد اس نام کا ثبوت رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے ثابت کریں اور رافضیوں کا ناجی ہونا بھی باارشادِ رسول ثابت کریں؟ هاتوا ابرهانكم ان كنتم صدقين.

ارشادِ رسالت سے اہلِ سنت کا ثبوت

ہم نے ''بشارت الدارین'' میں لفظ سنت اور لفظ شیعہ اور نام اہل السنّت والجماعت کے موضوع پر مفصل بحث کر دی ہے۔ یہاں ماتمی مجتہد کے چیلنج کے تحت حسب ذیل احادیث پیش کرتے ہیں۔

تفسیر درمنثور میں آیت یوم تبیض وجوہ کے تحت یہ حدیث لکھی ہے:

عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ فی قوله تعالیٰ یوم تبیض وجوه۔ قال تبیض وجوه اهل السنة وتسود وجوه اهل البدعة۔

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے آیت یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ کی تفسیر میں فرمایا کہ قیامت کے دن اہل سنت کے چہرے روشن ہوں گے اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔''

① امام غزالی رحمہ اللہ ورع اور تقویٰ کے بیان میں لکھتے ہیں:

ولا یعلم تفصیل ذلك الا بالاقتداء بالفرقة الناجیة وهم الصحابة فانه علیه السلام لما قال الناجی منها واحدة قالوا یارسول الله

ومن هم قال اهل السنة والجماعة۔ الخ

(احیاء العلوم جلد ثالث مطبوعہ مصر ص ۱۹۹)

ترجمہ: اور اس کی تفصیل سوائے فرقہ ناجیہ کی پیروی کے معلوم نہیں ہوسکتی اور وہ یعنی فرقہ ناجیہ صحابہ کرام ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جب (۷۳ فرقوں میں سے) ناجی ایک فرقہ کو فرمایا تو صحابہ نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول اور وہ کون لوگ ہیں تو ارشاد فرمایا کہ اہل السنّت والجماعت)

لیجیے۔ تفسیر درمنثور کی روایت سے اہل سنت اور احیاء العلوم کی روایت سے اہل السنّت والجماعت کے الفاظ کے علاوہ اہل سنت کا ناجی ہونا بھی خود رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے ثابت ہوگیا۔ اب ہم ماتمی مجتہد مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو بالقابہ سے کوئی اور انعام نہیں طلب کرتے صرف اتنا چاہتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولنا چھوڑ دیں اور مذہب اہل السنّت والجماعت کی اتباع میں جنت اور رضائے خداوندی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ وما علینا الا البلاغ

ہم نے بہت اختصار کے ساتھ ماتمی مجتہد کی ''تجلیات صداقت'' پر تنقید کر کے ان کی بعض علمی خیانتوں اور غلط بیانیوں کی نشاندہی کر دی ہے۔ ان شاء اللہ حسبِ فراغت بعد میں اس کا مفصل جواب بھی لکھا جائے گا۔ حسبنا الله ونعم الوكيل. اللہ تعالیٰ غافل سنی مسلمانوں کو احساس عطا فرمائیں کہ اس فانی حیات میں ہم اپنے مذہب اہل سنت کی خدمت ونصرت کا فریضہ سرانجام دے کر حق کی رضا حاصل کر سکیں۔ آمین

بجاه النبي الكريم وصلى الله تعالىٰ عليه وعلى آله وصحبه اجمعين۔

خادم اہل سنت الاحقر

مظہر حسین غفرلہ

مدنی جامع مسجد چکوال، ضلع جہلم، ذوالحجہ ۱۳۹۴ھ

دسمبر ۱۹۷۴ء

مناجات ❶ فارسی

از مصنف آفتاب ہدایت حضرت مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ

دراں روزے کہ از ہوال دوزخ پر خطر باشد — شفیع من رسولؐ پاک وصدیقؓ وعمرؓ باشد
بزیرِ ظل عثمانؓ و علیؓ المرتضیٰؓ باشم — چرا از فتنہ محشر مرا باک و حذر باشد
دو دست من بدامان بتولؓ و جملہ اولادش — شفیق حال زارم سرور جن و بشر باشد
چوں عمر خویش کردم وقف بہر خدمت اسلام — چرا از شر شیطان بس مرا رنج وضرر باشد
سرِ خود فی سبیل اللہ پور من فدا کردہ — اگر منظور حق شد یا ورم لخت جگر باشد ❷

الٰہی رحم فرما بر دبیر خستہ حال خود
بفردوس برینش یوم محشر مستقر باشد

---

❶ یہ فارسی مناجات آفتاب ہدایت کے ٹائیٹل کے دوسرے صفحہ پر لکھی ہوئی ہے۔اور یہ ماتمی مجتہد ڈھکو صاحب کے لیے بھی ایک تازیانہ عبرت ہے جو اپنی کتاب میں جا بجا حضرت مولانا مرحوم پر ناصبی ہونے کا الزام لگاتے ہوئے یہ بہتان تراشی کرتے ہیں کہ مصنف آفتاب ہدایت العیاذ باللہ حضرت علی المرتضیٰ اور دیگر ائمہ اہل بیت کے دشمن ہیں۔اس مناجات، اور دُعا سے واضح ہو جاتا ہے کہ مولانا دبیر مرحوم کا قلب دیگر خلفاء اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت فاطمہؓ بتول اور آپ کی مقبول ومحبوب اولاد کی محبت وعظمت سے لبریز ہے اور ان سب حضرات کے توسل سے حق تعالیٰ کی مغفرت اور رضا کے طلب گار ہیں۔

❷ اس سے مراد میرے بڑے بھائی غازیٔ اسلام مولوی منظور حسین صاحب شہید مرحوم ہیں جن کے مختصر حالات آفتاب ہدایت کے مقدمہ میں درج کر دیئے گئے ہیں۔

یہ غلامانِ محمدؐ کی پرانی رسم ہے
کودتے ہیں آگ میں چڑھتے ہیں اکثر دار پر